بانی ومہتمم :مفتی محمد رضا قادری نقشبندی مصباحی خلیفہ حضور شیخ العالم وسربراہ اعلیٰ علما کونسل نیپال بفیض روحانی : مجمع الفضائل والبرکات،مظہر کمالات امام ربانی حضور شیخ العالم مولانا شاہ احمد رضا نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ قیادت :قائد ملت نیپال حضرت مولاناالحاج سید غلام حسین مظہری مرکزی صدر علما کونسل نیپال

Reg.No: 5310 -2082/2083

ہفت روزہ نیپال اردو ٹائمز

Weekly
The NEPAL URDU TIMES

eSewa

شمارہ نمبر ۹۲
ISSUE (92)

04/جون 2026 مطابق 17/ذی الحجہ 1447ھ /21 گتے جیٹھ 2083

صفحات 13

چیف ایڈیٹر: عبدالجبار علیمی نظامی
weeklynepalurdutimes@gamil.com

جلد نمبر ا
VOL:(1)

وزیر اعظم نے لیپو لیکھ، لمپیا دھورا تنازعہ کے بارے میں برطانیہ کے ساتھ بات چیت کی

احمد رضا ابن عبدالقادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزیر اعظم بلیندر شاہ نے ہندوستان کے ساتھ لیپولیکھ - لمپیادھورا سرحدی تنازعہ پر برطانیہ کے ساتھ بات چیت کی ہے۔ نیپال کی حکومت کا موقف ہے کہ یہ تنازعہ ایک تاریخی حیثیت کا حامل ہے جو برطانوی راج اور برطانوی ہندوستان کے دور سے جڑا ہوا ہے۔ لہٰذا، برطانیہ کو بھی اس معاملے میں ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور اس میں اپنا رول ادا کرنا چاہیے۔ پارلیمنٹ میں حزب اختلاف کی جماعت - یو ایم ایل نے ہندوستان اور چین کے درمیان لیپولیکھ لمپیادھورا خطے کے بارے میں حال ہی میں ہونے والی نئی سمجھوتہ کے بارے میں حکومت کا موقف جاننا چاہا تھا۔ اتوار کو اس کے جواب میں وزیر اعظم شاہ نے کہا کہ نیپال کی حکومت نے اس مسئلے کے بارے میں ہندوستان اور چین دونوں کو پہلے ہی سفارتی نوٹ بھیجے ہیں۔ وزیر اعظم کے مطابق بھارت نے بھی نیپال کے سفارتی نوٹ کا جواب دیا ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ ہندوستان نے دونوں ممالک کے ماہرین پر مشتمل بات چیت ٹیبل ٹاکس کے ذریعے اس مسئلے کو حل کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ وزیر اعظم شاہ نے تصدیق کی کہ نیپال کی حکومت ہندوستان کے ساتھ ساتھ برطانیہ کے ساتھ بات چیت جاری رکھے گی اور اس سرحدی تنازعہ کو سفارتی ذرائع سے حل کرنے کی کوشش کرے گی۔
لیپولیکھ لمپیادھورا اور کالاپانی علاقے طویل عرصے سے نیپال اور بھارت کے درمیان تنازعات کا شکار رہے ہیں۔ نیپال کا دعویٰ ہے کہ یہ علاقے اس کے تاریخی ڈومین کا حصہ ہیں، جب کہ فی الحال ان علاقوں پر بھارت کا انتظامی کنٹرول ہے۔ حالیہ برسوں میں یہ مسئلہ نیپال بھارت تعلقات میں ایک اہم سفارتی موضوع کے طور پر ابھرا ہے

نیپال–بھارت سرحدی تنازعہ: بھارت نے تیسرے فریق کے کردار کو مسترد کر دیا۔

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

کاٹھمنڈو: بھارتی وزارت خارجہ نے کہا ہے کہ نیپال اور بھارت کے درمیان سرحدی تنازعات کو قائم شدہ دوطرفہ نظام کے تحت حل کیا جائے گا اور اس معاملے میں کسی تیسرے فریق کا کردار قابل قبول نہیں ہے۔ بھارتی وزارت خارجہ کے ترجمان رن دھیر جیسوال نے ایک معمول کی پریس بریفنگ میں بتایا کہ دونوں ممالک کے درمیان تقریباً ۹۸ فیصد سرحدی حدبندی مکمل ہو چکی ہے۔ ان کے مطابق دریائے گنڈک کے بہاؤ میں تبدیلی کے باعث بعض علاقوں میں حد بندی کے چند معاملات ابھی باقی ہیں۔ ترجمان نے مزید کہا کہ جن علاقوں میں حدبندی مکمل ہو چکی ہے وہاں بھی بعض مقامات پر سرحد پار قبضے اور "دش گجا" (نو مینز لینڈ) پر تجاوزات کے مسائل سامنے آئے ہیں، جن کی مشترکہ نقشہ سازی اور جانچ جاری ہے۔ یہ بیان ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب نیپال کے وزیر اعظم Balendra Shah نے پارلیمنٹ میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔۔۔۔ کہ نیپال اور بھارت کے سرحدی مسائل کے حل کے لیے سفارتی کوششیں جاری ہیں اور اس سلسلے میں برطانیہ کو بھی سفارتی نوٹ بھیجا گیا ہے۔ اس حوالے سے پوچھے گئے سوال کے جواب میں بھارتی ترجمان نے کہا کہ نیپال اور بھارت کے درمیان سرحدی معاملات مکمل طور پر دوطرفہ نوعیت کے ہیں، لہٰذا کسی تیسرے ملک یا فریق کی شمولیت کی گنجائش نہیں ہے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ دونوں ممالک کے درمیان موجود تکنیکی اور سفارتی میکانزم سرحدی مسائل کے حل کے لیے مؤثر انداز میں کام کر رہے ہیں۔ بھارتی وزارت خارجہ نے نیپال اور بھارت کے درمیان تاریخی، سیاسی اور عوامی روابط کو بھی اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ حالیہ اعلیٰ سطحی دوروں اور مختلف سطحوں پر ہونے والی ملاقاتوں نے دونوں ممالک کے تعلقات کو مزید مضبوط بنایا ہے۔

نیپال کا نیا بجٹ: بڑے معاشی اصلاحاتی وعدے، مگر عمل درآمد سب سے بڑا چیلنج۔

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
محمد رضوان احمد مصباحی

کاٹھمنڈو: نیپال کے وزیر خزانہ سورنیم واگلے نے مالی سال ۲۰۸۳/۸۴ کا بجٹ پیش کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ ملک ایک بڑے معاشی اور انتظامی اصلاحاتی دور میں داخل ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بجٹ پیداوار پر مبنی معیشت، جدید ٹیکنالوجی اور عالمی سطح پر نیپال کی ساکھ بہتر بنانے کی سمت ایک اہم قدم ثابت ہو گا۔ وزیر خزانہ نے ۲۱ کھرب ۲۴ ارب ۳۴ کروڑ نیپالی روپے کا بجٹ پیش کیا، جس میں حکومت نے معاشی اصلاحات، سرمایہ کاری کے فروغ، سرکاری نظام کی ڈیجیٹلائزیشن اور قانونی ڈھانچے میں تبدیلی جیسے بڑے اعلانات کیے ہیں۔ وہیں سابق وزیر خزانہ رامیشور کھنال نے بجٹ کو "تاریخی اصلاحاتی بجٹ" قرار دیتے ہوئے کہا کہ ماضی کے مقابلے میں اس بار اصلاحات کی واضح اور تفصیلی فہرست پیش کی گئی ہے۔ دوسری جانب ماہر معاشیات چندرمانی ادھیکاری کا کہنا ہے کہ بجٹ میں اصلاحات کی سمت ضرور دکھائی گئی ہے، لیکن اسے ابھی "تاریخی" کہنا قبل از وقت ہو گا۔ ان کے مطابق اصل کامیابی اس وقت ہو گی جب حکومت ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکے۔ حکومت نے کل بجٹ کا تقریباً ۵۹٫۸ فیصد جاری اخراجات (Current Expenditure) کے لیے، ۲۰٫۳ فیصد ترقیاتی یا سرمایہ جاتی اخراجات (Capital Expenditure) کے لیے مختص کیا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ نیپال میں ترقیاتی بجٹ خرچ کرنے کی صلاحیت پہلے ہی کمزور رہی ہے، اس لیے صرف اعلانات کافی نہیں ہوں گے۔ سابق وزیر خزانہ ورشمان پُن نے بجٹ کو "پھولا ہوا بجٹ" قرار دیتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا کہ حکومت کے پاس نہ مطلوبہ وسائل ہیں اور نہ ہی اتنی بڑی رقم مؤثر طریقے سے خرچ کرنے کی صلاحیت۔ حکومت نے متعدد پرانے قوانین ختم کرنے اور سرمایہ کاری و کاروبار سے متعلق قوانین میں اصلاحات لانے کا اعلان کیا ہے۔ وزیر خزانہ کے مطابق: ۱۵ غیر ضروری قوانین فوری طور پر ختم کیے جائیں گے۔ کمپنی قانون میں ترمیم کی جائے گی، سرمایہ کاری اور کاروباری سرگرمیوں کے لیے قانونی رکاوٹیں کم کی جائیں گی۔ درجنوں قوانین، ضوابط اور ہدایات پر نظر ثانی ہو گی۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ نیپال میں بہت سے قوانین پرانے اور پیچیدہ ہیں، اس لیے یہ قدم معاشی سرگرمیوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ بجٹ میں غیر ملکی سرمایہ کاروں کے لیے کئی سہولتوں کا اعلان کیا گیا ہے، جن میں: سرمایہ کاری کی منظوری کے عمل کو آسان بنانا، بعض شعبوں میں پیشگی منظوری کی شرط ختم کرنا، بیرون ملک رائلٹی اور سروس فیس کی ادائیگی کو سہل بنانا، نیپالی شہریوں کو بیرون ملک سرمایہ کاری کی زیادہ سہولت دینا۔ حکومت نے سرکاری اداروں میں: ڈیجیٹل ٹائم کارڈ، قومی شناختی کارڈ کا وسیع استعمال، آن لائن سرکاری خدمات، زمین، ٹرانسپورٹ، پاسپورٹ اور سماجی تحفظ کے نظام کی جدید کاری جیسے اقدامات کا اعلان کیا ہے۔ تاہم ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر سرکاری اداروں کے کمپیوٹر نظام، سرور اور تکنیکی ڈھانچے میں بہتری نہ آئی تو یہ منصوبے بھی صرف اعلانات تک محدود رہ سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ نئے بجٹ میں وزیر خزانہ سورنیم واگلے نے معیشت، قوانین، سرمایہ کاری اور سرکاری نظام میں وسیع اصلاحات کا خاکہ پیش کیا ہے۔ ماہرین ان اعلانات کو مثبت قرار دیتے ہیں، لیکن ان کا کہنا ہے کہ اصل چیلنج ان وعدوں کو عملی شکل دینا، ترقیاتی بجٹ بروقت خرچ کرنا اور سرکاری نظام کو واقعی مؤثر بنانا ہو گا۔ اگر حکومت ان اصلاحات پر عمل درآمد میں کامیاب رہی تو نیپال کی معیشت کو نئی سمت مل سکتی ہے

روی لامیچھانے نے وزیر اعظم مودی سے کی ملاقات

کاٹھمانڈو: (سراقہ رضوی) نیپال کی حکمراں راسٹریہ سواتنتر پارٹی (آر ایس پی) کے صدر روی لامیچھانے نے بدھ کو وزیر اعظم نریندر مودی سے ملاقات کی۔ دونوں رہنماؤں نے دونوں ممالک کے درمیان مشترکہ خوشحالی، ترقی اور علاقائی تعاون کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیال کیا۔ سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر معلومات کا اشتراک کرتے ہوئے وزیر اعظم نے کہا کہ وہ روی لامیچھانے سے مل کر بے حد خوش ہیں اور وہ مشترکہ اور خوشحال مستقبل کی تعمیر کی خواہش کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ ہندوستان کے لیے، نیپال اس کی نیبرہڈ پالیسی کے تحت ایک اہم اور بنیادی شراکت دار ہے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ نیپال ہندوستان کا بنیادی شراکت دار ہے اور وہ دونوں ممالک کے درمیان خصوصی اور کثیر جہتی تعلقات کو مزید مستحکم کرنے کے لیے نئی حکومت کے ساتھ مل کر کام کرنے کے خواہشمند ہیں۔ ہندوستان اور نیپال کے درمیان تعلقات تاریخی اور کثیر جہتی ہیں۔ دونوں ممالک کے درمیان گہرے ثقافتی، مذہبی اور سماجی تعلقات ہیں آر ایس پی صدر پارٹی کے صدر روی لامیچھانے کی بھارتی وزیر خارجہ ایس جے شنکر سے ملاقات بھی ہوئی نئی دہلی میں بھارت کے وزیر خارجہ ایس جے شنکر سے ملاقات کی۔ ملاقات میں نیپال-بھارت دوطرفہ تعلقات، سرحدی انتظام اور اقتصادی تعاون سمیت باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ آر ایس پی ذرائع کے مطابق لامیچھانے نے جے شنکر کو نیپال کی موجودہ سیاسی صورتحال اور پارلیمانی کردار سے آگاہ کیا۔ انہوں نے نیپال کے اندرونی سیاسی استحکام اور جمہوری عمل کو مزید مستحکم کرنے میں بھارت کے تعاون کی اہمیت پر زور دیا۔ بھارتی وزیر خارجہ نے نیپال کی ترقی اور خوشحالی کے لیے بھارت کی حمایت کا اعادہ کیا اور کہا کہ دونوں ممالک کے درمیان تاریخی، ثقافتی اور عوامی روابط کو مزید مضبوط بنانا وقت کی ضرورت ہے۔ ملاقات میں سرحدی گزرگاہوں کی سہولت، توانائی کے منصوبوں میں تعاون اور دوطرفہ تجارت بڑھانے پر بھی بات ہوئی۔ سیاسی مبصرین کے مطابق لامیچھانے کی یہ ملاقات اس لیے اہم ہے کہ آر ایس پی نیپال کی ایک ابھرتی ہوئی سیاسی قوت ہے اور اس کے بھارت سے براہ راست رابطے دوطرفہ تعلقات میں نئی وسعت لا سکتے ہیں۔ ملاقات کے بعد لامیچھانے نے کہا کہ نیپال بھارت کے ساتھ برابری اور باہمی احترام کی بنیاد پر تعلقات چاہتا ہے۔

وزیراعظم شاہ کا بیان دیش کے لیے خطرہ،

شفیق رضا

کاٹھمانڈو: اپوزیشن جماعت یو ایم ایل نے کہا ہے کہ وزیرِ اعظم بالندر شاہ کا یہ بیان کہ نیپال نے بھی بھارت کی بہت سی زمین قبضے میں لے رکھی ہے، غداری کے مترادف ہے اور فوری طور پر پارلیمان میں معافی مانگنی چاہیے۔ سوموار کو نمائندہ اسمبلی کے اجلاس کے آغاز ہی میں یو ایم ایل کے مرکزی جنرل سکریٹری این بہادر مہر نے اسپیکر سے وزیر اعظم کے اس بیان کو پارلیمانی ریکارڈ سے ہٹانے کی درخواست کی۔ لیپو لیک، لمپیادھورا اور کالاپانی نیپالی زمین ہونے کے حقائق کا مطالعہ بھی وزیر اعظم شاہ کو مرکزی جنرل سکریٹری مہر نے کروانے کی تنبیہ کی۔ وزیر اعظم کا بیان غداری، ملک دشمن اور غیر ذمہ دارانہ ہے۔ اور، اسے پارلیمانی ریکارڈ سے ہٹاتے ہوئے وزیر اعظم کو روسترم سے معافی مانگنی چاہیے۔ میں یہاں آپ لوگوں کے درمیان اسپیکر کے ذریعے اس ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں یہاں کہنا چاہتا ہوں–ہمارا قوم کا بہت واضح موقف ہے۔ غیر جہتی خارجہ پالیسی ہے۔ ہم کسی کی زمین ایک انگس بھی نہیں چھینتے۔ اور، کسی کو بھی ایک انگس زمین نہیں دیتے،

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

کویت ایئرپورٹ پر ایران نے میزائل سے کیا حملہ

کویت:(ایجنسیاں)

مشرقی وسطیٰ میں جاری کشیدگی کے درمیان کویت انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر خوفناک حملہ کی خبر نے عالمی سطح پر فکر میں اضافہ کر دیا ہے۔ افسران کے مطابق ایئرپورٹ کے ٹرمینل-۱ کو نشانہ بنا کر میزائل اور ڈرون سے حملے کیے گئے ہیں۔ حملے میں کئی افراد زخمی بھی ہو گئے ہیں اور ایئرپورٹ کی عمارت کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔ اس واقعہ کے بعد سبھی پروازوں کی آمد و رفت فوری اثر سے روک دی گئی ہے۔ کویت کی پبلک اتھارٹی فار سول ایویشن (پی اے سی ای) کے ترجمان عبداللہ الراجھی نے کہا کہ مسافروں، ملازمین اور ایئرپورٹ فیسلٹی کی حفاظت یقینی بنانے کے لیے سبھی مقررہ پروٹوکول نافذ کیے جا رہے ہیں۔ 'گلف نیوز' کی رپورٹ کے مطابق کویت کی وزارت دفاع نے بھی حملہ کی تصدیق کر دی ہے۔ وزارت کے ترجمان بریگیڈیر جنرل سعود عبدالعزیز العتیبی نے اسے 'ایران کی مجرمانہ جارحیت' قرار دیتے ہوئے کہا کہ "حملہ سے ایئرپورٹ احاطہ کو شدید نقصان پہنچا ہے اور کئی لوگ زخمی ہوئے ہیں۔ زخمیوں کو فوراً طبی امداد فراہم کرائی گئی ہے۔" افسران نے بتایا کہ ٹرمینل-۱ پر ڈرون اور میزائلوں کے حملے کے بعد ایئر ٹریفک پوری طرح معطل کر دیا گیا ہے۔ کئی پروازوں کو آس پاس کے دوسرے ایئرپورٹ کی طرف ڈائیورٹ کیا گیا ہے۔ تکنیکی اور سیکورٹی ایجنسیاں نقصان کا اندازہ کر رہی ہیں۔ اس درمیان امریکی فوج نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے خلیج خطہ میں ایران کی طرف سے کیے گئے میزائل اور ڈرون حملوں کو ناکام کر دیا۔ امریکی سنٹرل کمانڈ کے مطابق اس خطہ کے ممالک اور امریکی ٹھکانوں کو نشانہ بنانے والے کئی ایرانی بیلسٹک میزائل حملے اپنے ہدف تک نہیں پہنچ سکے۔ سینٹ کام نے یہ بھی کہا کہ امریکی فوج نے جوابی کارروائی میں ایران کے قشم جزیرہ پر 'سیلف ڈیفنس' کے تحت حملے کیے۔ ساتھ ہی امریکی فوجی افسران نے ایران کے اس دعویٰ کو بھی خارج کر دیا، جس میں کہا گیا تھا کہ بحرین میں امریکی بحریہ کے پانچویں فلیٹ ہیڈ کوارٹر اور علاقہ کے ایک دیگر ایئر بیس کو نشانہ بنایا گیا ہے

مسجد اقصیٰ کو یہودی رنگ دینے کی ہر کوشش قابل نفرت: ملائیشیا

کوالالمپور:(ایجنسیاں)

ملائیشیا نے مقبوضہ مشرقی بیت المقدس میں واقع مسجدِ اقصیٰ پر غیر قانونی اسرائیلی آبادکاروں کے حالیہ دھاوے اور مقدس اسلامی مقام کے اندر اسرائیلی پرچم لہرانے کی شدید مذمت کی اور اسے سنگین اشتعال انگیزی اور عبادت گاہ کے تقدس کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ ملائیشیا وزارتِ خارجہ نے منگل کے روز جاری کردہ بیان میں کہا ہے کہ مسجدِ اقصیٰ کو یہودی رنگ دینے کی ہر کوشش قابلِ نفرت اور اس مقدّس مقام کی بے حرمتی کے مترادف ہے۔ غیر قانونی اسرائیلی آبادکار بروز اتوار پولیس کی زیرِ حفاظت مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ مسجد کے صحنوں میں اشتعال انگیز رسومات انجام دیں اور اسرائیلی پرچم لہرائے۔ وزارت نے کہا ہے کہ آبادکار یہ اقدامات اسرائیل کی پشت پناہی میں کر رہے ہیں اور ان کا مقصد زمینی حقائق کے ساتھ ساتھ مسجدِ اقصیٰ کی ثقافتی، تاریخی اور مذہبی شناخت کو تبدیل کرنا ہے۔ وزارت کے مطابق "ایسے اقدامات ناقابلِ قبول اشتعال انگیزی ہیں اور بیت المقدّس میں مقدس اسلامی مقامات پر نگرانی کے کردار کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جب دشمنی اور جارحیت سب کے سامنے جاری ہو تو بین الاقوامی برادری خاموش نہیں رہ سکتی۔" ملائیشیا نے بین الاقوامی برادری اور اقوام متحدہ سے مطالبہ کیا ہیکہ وہ جاری خلاف ورزیوں کو روکنے اور اسرائیل کو جوابدہ ٹھہرانے کے لیے فوری اور ٹھوس اقدامات کریں۔ ملائیشیا نے فلسطینی عوام کے ساتھ اپنی یکجہتی کا اور ۱۹۶۷ء سے پہلے کی سرحدوں کے اندر اور مشرقی بیت المقدّس کے دارالحکومت والی، ایک آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کی حمایت کا اعادہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ ۲۰۰۳ سے اسرائیلی پولیس یکطرفہ طور پر آبادکاروں کو جمعہ اور ہفتہ کے علاوہ ہر روز صبح اور دوپہر کے وقت مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دیتی چلی آرہی ہے

برازیل نے قومی اسٹریمنگ پلیٹ فارم "ٹیلا برازیل" متعارف کرا دیا

برازیل:(ایجنسیاں) برازیل کے صدر لوئیز اناسیو لولا دا سلوا نے ثقافت کو اقتصادی ترقی، روزگار کے فروغ اور قومی شناخت کے استحکام کا اہم ذریعہ قرار دیتے ہوئے ملک کے پہلے وفاقی عوامی آڈیو ویژول اسٹریمنگ پلیٹ فارم Tela Brasil کا افتتاح کیا، جو مکمل طور پر برازیلی تخلیقات اور پروڈکشنز کے لیے مختص ہے۔ برازیلین میڈیا ادارے برازیل ۲۴۷ کے مطابق ریو ڈی جنیرو میں منعقدہ افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدر لولا دا سلوا نے کہا کہ ثقافتی سرگرمیاں نہ صرف بڑے پیمانے پر معاشی مواقع پیدا کرتی ہیں بلکہ مختلف شعبوں سے وابستہ ہزاروں پیشہ ور افراد کے لیے روزگار کے دروازے بھی کھولتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ثقافت میں سرمایہ کاری صرف اقتصادی ترقی کا ذریعہ نہیں بلکہ یہ شہریوں میں قومی وابستگی، فخر اور شناخت کے احساس کو بھی مضبوط بناتی ہے۔ صدر لولا نے اس بات پر زور دیا کہ ثقافتی شعبے کی معاشی اہمیت کو اکثر کم سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اس کے اثرات بہت وسیع ہوتے ہیں۔ ان کے مطابق ہر فلم، ٹی وی پروگرام یا آڈیو ویژول منصوبہ سیکڑوں افراد کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ثقافت قومی شناخت کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے اور شہریوں کو اپنے ملک اور اس کی اقدار سے گہرا تعلق محسوس کراتی ہے۔ ٹیلا برازیل کو برازیل کی وزارتِ ثقافت اور فیڈرل یونیورسٹی آف الاگواس کے اشتراک سے تیار کیا گیا ہے اور یہ مکمل طور پر برازیلی ٹیکنالوجی پر مبنی پلیٹ فارم ہے۔

اس منصوبے کا مقصد فلموں، دستاویزی پروگراموں، ٹیلی ویژن پروڈکشنز اور دیگر مقامی تخلیقات کو ڈیجیٹل پلیٹ فارم کے ذریعے عوام تک وسیع پیمانے پر پہنچانا ہے۔ سرکاری حکام اس پلیٹ فارم کو اکثر "برازیلین نیٹ فلکس" قرار دیتے ہیں۔ توقع کی جا رہی ہے کہ اس سے آزاد فلم سازوں اور پروڈیوسرز کو زیادہ مواقع ملیں گے، کیونکہ ان کی بہت سی تخلیقات فلمی میلوں اور خصوصی نمائشوں میں تو پذیرائی حاصل کرتی ہیں لیکن عام ناظرین تک نہیں پہنچ پاتیں۔ حکام کے مطابق یہ پلیٹ فارم برازیل کی آڈیو ویژول صنعت کو مضبوط بنانے، مقامی مواد کی رسائی بڑھانے اور تخلیقی شعبے میں نئے مواقع پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ ٹیلا برازیل کے ذخیرۂ مواد میں ۱۹ ایسی فلمیں اور پروڈکشنز بھی شامل ہیں جو اکیڈمی ایوارڈز (آسکر) کے لیے برازیل کی نمائندگی کر چکی ہیں۔ اس کے علاوہ بچوں اور نوجوانوں کے لیے پروگرام، میوزیکل تخلیقات، تاریخی دستاویزی فلمیں اور عالمی سطح پر سراہے گئے کئی عنوانات بھی پلیٹ فارم کا حصہ ہیں۔ یہ انتخاب برازیل کی ثقافتی تنوع کی عکاسی کرتا ہے، جس میں سیاہ فام اور مقامی باشندوں کے سنیما، خواتین ہدایت کاروں کی تخلیقات اور یادداشت، پائیداری، موسمیاتی انصاف اور برازیلی ثقافتی شناخت جیسے موضوعات پر مبنی کام شامل ہیں۔

بحرین: ہنگامی سائرن بجائے گئے، شہریوں کو محفوظ مقامات پر جانے کی ہدایت

بحرین:(ایجنسیاں) مغربی ایشیا میں بڑھتی ہوئی کشیدگی کے درمیان بحرین حکومت نے ملک بھر میں ہنگامی وارننگ سائرن فعال کر دیے ہیں۔ بحرین کی وزارتِ داخلہ نے شہریوں اور غیر ملکی رہائشیوں کو فوری طور پر محفوظ مقامات پر جانے اور سیکورٹی ہدایات پر عمل کرنے کی ہدایت دی ہے۔ وزارتِ داخلہ نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر جاری پیغام میں لوگوں سے پر سکون رہنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ وہ گھبرائیں نہیں اور اپنے قریبی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں۔ یہ اقدام ایسے وقت میں کیا گیا ہے جب خطے میں فوجی سرگرمیاں اور سیکورٹی خدشات مسلسل بڑھ رہے ہیں۔ بحرین کی جانب سے ہنگامی سیکورٹی نظام نافذ کیے جانے کے ساتھ ہی پڑوسی ملک کویت بھی دفاعی کارروائیوں میں سرگرم ہے۔ کویتی حکام نے دعویٰ کیا ہے کہ بدھ کی علی الصبح ملک کے فضائی دفاعی نظام نے متعدد میزائلوں اور ڈرونز کو کامیابی سے نشانہ بنا کر تباہ کر دیا۔ مقامی رہائشیوں نے ملک کے مختلف علاقوں میں زور دار دھماکوں کی آوازیں سننے کی اطلاع دی تھی۔ اس کے بعد کویت کی فوج نے ایک سرکاری بیان میں واضح کیا کہ یہ دھماکے دراصل فضائی دفاعی نظام کی جانب سے دشمن کے میزائل اور ڈرون حملوں کو ناکام بنانے کے دوران ہوئے۔ کویت کے جنرل اسٹاف نے کہا کہ ملک کی فضائی دفاعی یونٹس دشمن کے میزائل اور ڈرون حملوں کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ فوج نے لوگوں کو خبردار کیا کہ اگر کہیں میزائل یا ڈرون کے ملبے، دھاتی ٹکڑوں یا کوئی مشکوک چیز نظر آئے تو اس سے دور رہیں، کیونکہ یہ شدید خطرہ بن سکتی ہے۔ کویت کی وزارتِ دفاع کے ترجمان کرنل سعود عبدالعزیز العتیبی نے شہریوں اور غیر ملکی رہائشیوں سے اپیل کی کہ اگر انہیں کوئی ملبہ یا مشکوک چیز نظر آئے تو فوری طور پر ایمرجنسی ہیلپ لائن ۱۱۲ پر اطلاع دیں۔ اس دوران ایران کے سرکاری نشریاتی ادارے نے دعویٰ کیا ہے کہ کویت میں موجود امریکی فوجی اڈوں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ ایرانی میڈیا کے مطابق یہ کارروائی خلیج فارس، آبنائے ہرمز اور قشم جزیرے کے علاقے میں امریکی سرگرمیوں کے جواب میں کی گئی ہے۔ تاہم ان دعوؤں کی آزادانہ تصدیق نہیں ہو سکی۔ دوسری جانب خطے میں کشیدگی مسلسل بڑھتی جا رہی ہے۔ حالیہ دنوں میں ایران، امریکہ اور اسرائیل کے درمیان فوجی تصادم نے پورے مغربی ایشیا کی سیکورٹی صورتحال کو مزید حساس بنا دیا ہے۔ کویت نے اس سے قبل پیر کے روز بھی میزائل اور ڈرون حملوں کی ایک اور کوشش کو ناکام بنانے کا دعویٰ کیا تھا۔ اس وقت کویتی حکام نے ان حملوں کا ذمہ دار ایران کو قرار دیا تھا۔ دوسری جانب امریکی سینٹرل کمانڈ نے بھی تصدیق کی ہے کہ اس کے دفاعی نظام نے کویت میں تعینات امریکی افواج کو نشانہ بنا کر داغی گئی دو ایرانی بیلسٹک میزائلوں کو کامیابی سے روک دیا۔ بحرین اور کویت میں جاری سیکورٹی اقدامات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ خطے میں کشیدگی کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ سکتی ہے۔ ایسے میں خلیجی ممالک کی حکومتیں شہری حفاظت کو اولین ترجیح دیتے ہوئے صورتحال پر مسلسل نظر رکھے ہوئے ہیں

ٹرمپ کا دعویٰ: ایران ہتھیار ڈال دے تب بھی تنقید ہو گی

واشنگٹن:(ایجنسیاں)

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے پیر کے روز ایک فرضی مثال پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر ایران مکمل طور پر ہتھیار ڈال دے اور عسکری شکست تسلیم کر لے، تب بھی ان کے سیاسی مخالفین اور بعض میڈیا ادارے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کریں گے۔ سوشل میڈیا پر جاری اپنے بیان میں ٹرمپ نے کہا کہ اگر ایران کی بحریہ تباہ ہو جائے، فضائیہ ختم ہو جائے، فوج تہران سے ہتھیار پھینک کر سفید جھنڈے لہراتی ہوئی نکل آئے اور باقی قیادت بھی باضابطہ طور پر ہتھیار ڈالنے کی تمام دستاویزات پر دستخط کر کے امریکہ کی برتری اور طاقت کو تسلیم کر لے، تب بھی بعض میڈیا ادارے اسے ایران کی کامیابی قرار دیں گے۔

انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا کہ ایسے حالات میں بھی بعض امریکی ذرائع ابلاغ یہ سرخیاں لگائیں گے کہ ایران نے امریکہ پر "شاندار اور تاریخی فتح" حاصل کر لی ہے۔ ٹرمپ نے خصوصاً The New York Times، The Wall Street Journal اور CNN کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ یہ ادارے اور دیگر "فیک نیوز میڈیا" حقائق کو مسخ کرتے ہیں۔

انہوں نے ڈیموکریٹک پارٹی کے لیے تحقیر آمیز انداز میں "ڈموکریٹس" (Dumacrats) کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے کہا کہ میڈیا اور ڈیموکریٹس دونوں اپنی سمت کھو چکے ہیں اور صورتحال کی تشریح میں حد سے زیادہ انتہا پسند ہو گئے ہیں۔ دوسری جانب صدر ٹرمپ نے مشرقِ وسطیٰ کی صورتحال کے حوالے سے امید کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انہیں توقع ہے کہ آئندہ ایک ہفتے کے دوران ایران کے ساتھ ایک ایسا معاہدہ طے پا سکتا ہے جس سے جنگ بندی کی مدت میں توسیع ہو گی اور اہم سمندری گزرگاہ کے ذریعے بحری آمد و رفت بحال ہو سکے گی۔ امریکی نشریاتی ادارے ABC News سے گفتگو کرتے ہوئے ٹرمپ نے کہا کہ انہوں نے اس مقصد کے لیے تیار کی گئی ایک مفاہمتی یادداشت (MoU) کی حتمی منظوری ابھی نہیں دی کیونکہ چند نکات پر مزید اتفاق رائے درکار ہے۔ انہوں نے کہا: "مجھے ابھی چند مزید معاملات طے کرنے ہیں۔" یہ بیان ایسے وقت میں سامنے آیا ہے جب چند گھنٹے قبل ہی ٹرمپ نے کہا تھا کہ ایران کے ساتھ مذاکرات تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں، حالانکہ حالیہ دنوں میں دونوں ممالک کے درمیان فائرنگ کے تبادلے نے جنگ بندی کو سخت آزمائش میں ڈال دیا تھا۔ اپنے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ٹروتھ سوشل پر جاری ایک پیغام میں ٹرمپ نے لکھا: "اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ مذاکرات تیز رفتاری سے جاری ہیں۔"

ٹرمپ کے بیان کا کوئی اثر نہیں

تل ابیب:(ایجنسیاں) امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی جانب سے لبنان میں جنگ بندی اور فوجی کارروائیاں

روکنے کے دعوے کے باوجود اسرائیلی وزیراعظم بنجمن نیتن یاہو نے واضح کر دیا ہے کہ جنوبی لبنان میں اسرائیلی فوج اپنی حکمتِ عملی کے مطابق آپریشنز جاری رکھے گی۔ سماجی رابطے کی ویب سائٹ ایکس پر جاری اپنے بیان میں نیتن یاہو نے کہا کہ اسرائیل اپنے شہریوں کے تحفظ پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرے گا۔ انہوں نے بتایا کہ ڈونلڈ ٹرمپ کو پہلے ہی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ اگر حزب اللہ کی جانب سے اسرائیلی علاقوں کو نشانہ بنانے کا سلسلہ جاری رہا تو بیروت میں موجود ان اہداف کے خلاف کارروائی کی جائے گی جنہیں اسرائیل اپنی سلامتی کے لیے خطرہ سمجھتا ہے۔ اسرائیلی وزیراعظم کا کہنا تھا کہ جنوبی لبنان میں جاری فوجی سرگرمیاں پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق آگے بڑھیں گی اور اس حوالے سے اسرائیل کے مؤقف میں کوئی

جنوبی لبنان پر اسرائیلی حملے تیز، ۷ افراد جاں بحق

بیروت:(ایجنسیاں) جنوبی لبنان میں اسرائیلی حملوں کا سلسلہ جاری ہے، تازہ ڈرون اور فضائی حملوں میں ایک امدادی کارکن سمیت ۷ افراد جاں بحق جبکہ درجنوں زخمی ہو گئے۔ لبنانی سول ڈیفنس کے مطابق ضلع صور کے علاقے الحوش میں اسرائیلی ڈرون حملوں کے ۲ الگ واقعات میں ۶ افراد جان کی بازی ہار گئے۔ دوسری جانب عرب سلیم کے علاقے میں امدادی تنظیم الرسالہ ایمبولینس ایسوسی ایشن سے وابستہ پیرامیڈک علی سلمان نادر بھی اسرائیلی ڈرون حملے میں شہید ہو گئے، یہ حملہ العین محلے میں کیا گیا۔ لبنان کی وزارتِ صحت کے مطابق گزشتہ ۲۴ گھنٹوں کے دوران بنتِ جبیل کے علاقے میں ہونے والے اسرائیلی حملوں میں ۵ افراد جاں بحق اور ۴۸ زخمی ہوئے، زخمیوں میں تبنین اسپتال کے ایک ڈاکٹر اور متعدد طبی عملے کے ارکان بھی شامل ہیں۔ رپورٹس کے مطابق صدیقین اور ارزون کے قصبے بھی اسرائیلی حملوں کی زد میں آئے، جبکہ رات گئے اسرائیلی جنگی طیاروں نے ضلع صور کے قصبے دیر قانون رس العین پر فضائی حملہ کیا

عزت مآب وپل سعودی عرب میں ہندوستان کے نئے سفیر

ریاض:(ایجنسیاں) وزارت خارجہ حکومت ہند نے عزت مآب وپل (آئی ایف ایس ۱۹۹۸) کو مملکت سعودی عرب کا نیا سفیر ہند مقرر کیا ہے۔ اس کو ایک تاریخی فیصلہ کہا جا سکتا ہے۔ وپل اس وقت ریاست قطر میں ہندوستان کے سفیر کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وزارت خارجہ کی جانب سے جاری کردہ اعلامیہ کے مطابق وہ جلد ہی اپنی نئی ذمہ داریاں سنبھالیں گے۔ وہ سعودی میں موجودہ سفیر ہند ڈاکٹر سہیل اعجاز خان کے جانشین ہوں گے جن کی موجودہ عہدے پر معیاد ختم ہو گئی ہے۔ مسٹر وپل ہندوستانی سفارتی خدمات کے ایک تجربہ کار افسر ہیں اور دو دہائیوں سے زائد عرصے کا سفارتی تجربہ رکھتے ہیں۔ وہ اگست ۲۰۲۳ء سے قطر میں ہندوستان کے سفیر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اپنے دور سفارت میں انہوں نے ہندوستان اور قطر کے درمیان دوطرفہ تعلقات کو مزید مستحکم بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +9779701714929, +977 9817619786, +9779821442810

چینی کمپنی کے خلاف نیپال کے عوام کا غصہ پھوٹ پڑا، سڑک کی تعمیر میں تاخیر پر ایسٹ ویسٹ ہائی وے کو کیا بلاک

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال کی گولبازار میونسپلٹی میں مقامی لوگوں نے ایک چینی کمپنی کی طرف سے سڑک کی تعمیر میں زیادہ تاخیر کے خلاف احتجاج کے لیے ایسٹ ویسٹ ہائی وے کو بلاک کر دیا۔ کنچن پور کملا سڑک کے توسیعی منصوبے میں چینی کنٹریکٹر کمپنی کی جانب سے کام کی رفتار سست ہونے پر لوگوں نے احتجاج کیا اور چینی کنسٹرکشن کمپنی کے خلاف اپنے غصے کا اظہار کیا مقامی شہریوں، تاجروں اور سیاست دانوں نے جمعہ کی صبح تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک ہائی وے کو بلاک رکھا۔ مظاہرین کا الزام ہے کہ چائنا ریلوے نمبر ۲ انجینئرنگ گروپ کو ٹھیکہ دیئے ہوئے تقریباً سات سال گزر چکے ہیں لیکن ابھی تک سڑک کی تعمیر مکمل نہیں ہو سکی ہے جس سے عوام کو روز بروز مشکلات کا سامنے ہے۔

مقامی رہائشی دنیش نائک نے کہا کہ ہلکی بارش بھی سڑک کو کیچڑ میں تبدیل کر دیتی ہے جس سے ٹریفک مکمل طور پر بند ہو جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ طلباء اسکول جانے سے قاصر ہیں اور گندا پانی اور کیچڑ جلد کی بیماریوں سمیت مختلف بیماریوں میں اضافہ کا باعث بن رہا ہے۔ ایسٹ ویسٹ ہائی وے کے تحت لہان گولبازار اور مرچیا جیسے بازار کے علاقوں میں سڑک کی نامکمل تعمیر کی وجہ سے لوگوں کو طویل عرصے سے مشکلات کا سامنا ہے۔ ایشین ڈویلپمنٹ بینک (اے ڈی بی) کے قرض سے تعمیر ہونے والا ۸۶٫۸۳ کلومیٹر طویل کنچن پور کملا روڈ منصوبہ چھ سال بعد بھی نامکمل ہے۔ نیپال حکومت اور چینی تعمیراتی کمپنی کے درمیان مئی ۲۰۲۰ کے معاہدے کے مطابق یہ منصوبہ نومبر ۲۰۲۳ تک مکمل ہونا تھا۔ پروجیکٹ کی آخری تاریخ میں پہلے ۱۴ ماہ، پھر ۱۲ ماہ اور آخر میں مزید چھ ماہ کی توسیع کی گئی جو ۳۰ جون کو ختم ہوئی۔ اس کے باوجود مجموعی فزیکل پیشرفت کا صرف ۶۸ فیصد حاصل کیا جا سکا ہے اور ۳۲ فیصد کام زیر التوا ہے۔ نتیجتاً چوتھی توسیع متوقع ہے۔ ایسٹرن بلاک روڈ پلاننگ آفس کے سربراہ نیرج شاکیہ کے مطابق ۳۹٫۴۲ کلومیٹر سڑک میں سے صرف ۲۴٫۵۸ کلومیٹر پر ہی کلوپترا کا کام مکمل ہوا ہے۔ وہیں، مغربی ڈویژن کے انفارمیشن آفیسر انوپم کمار ساہ نے کہا کہ ۴۱٫۴۷ کلومیٹر میں سے صرف ۳۵٫۶۱ کلومیٹر سڑک پر کام مکمل ہوا ہے

اب مسافر ۵۰۰ تک کے سامان کے ساتھ ہندوستان-نیپال سرحد کو پار کر سکیں گے

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

حکومت نے زمینی سرحد سے گزرنے والے مسافروں کے لیے سامان کی حد میں اضافہ کر دیا ہے۔ ۱۰۰ روپے سے بڑھ کر ۵۰۰ تک کی ذاتی اشیاء کو اب سرحد پار کرتے وقت کسٹم ڈیوٹی کے بغیر اجازت ہے۔ وزارت خزانہ نے مسافروں کے لے جانے اور لے جانے والے سامان کی مقدار سے متعلق نئے ضوابط جاری کرتے ہوئے اس پر عمل درآمد کیا۔ پہلے، یہ حد صرف ۱۰۰ تھی۔ گزٹ میں شائع ہونے والے ایک نوٹیفکیشن کے مطابق زمینی راستے سے سرحد عبور کرنے والے لوگوں کو اب بھی وہ تمام سہولیات فراہم نہیں کی جاتیں جیسی ہوائی سفر کرنے والوں کو۔ تاہم اگر کوئی مسافر ۵۰۰ تک کی ذاتی اشیاء اپنے ساتھ لاتا ہے، تو انہیں ضرورت اور جواز کے لحاظ سے بغیر کسی فیس کے انہیں لے جانے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ ہندوستان میں زیر تعلیم نیپالی طلباء کے لیے پہلے سے موجود خصوصی سہولت کو برقرار رکھا گیا ہے۔ اس کے تحت وہ نیپال واپس آنے پر اپنے ساتھ کوئی ایک ڈیوائس، ٹیبلیٹ یا کمپیوٹر مفت لا سکیں گے۔ غور طلب ہے کہ مئی ۲۰۲۵ میں شائع ہونے والے ایک نوٹیفکیشن کے مطابق سرحدی چوکیوں پر ۱۰۰ سے زیادہ مالیت کا سامان لے جانے پر پابندی کا ایک قاعدہ لاگو کیا گیا تھا۔ اس قاعدے کے نفاذ کے دوران چند ہفتے قبل نیپال بھارت کے سرحدی علاقوں میں کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ یہ مسئلہ نیپالی پارلیمنٹ میں بھی اٹھایا گیا۔ نیپال کے وزیر خزانہ سوارنم واگلے نے کہا کہ یہ قاعدہ پچھلی حکومت نے نافذ کیا تھا اور موجودہ حکومت چھوٹ بڑھانے پر غور کرے گی۔ انہوں نے سرحدی علاقوں کے لوگوں کو ریلیف کی یقین دہانی بھی کرائی۔ سرحدی علاقوں میں نیپالی تاجروں نے حکومت کے اس موجودہ فیصلے کا خیر مقدم کیا ہے۔

وزارت خارجہ نے ہندوستان کے ساتھ زمینی تنازعہ پر وزیر اعظم بالیندر شاہ کے بیان پر وضاحت کی

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزارت خارجہ نے وزیر اعظم بالیندر شاہ کے اس بیان پر وضاحت جاری کی ہے جس میں انہوں نے ہندوستانی سرزمین پر نیپال کا قبضہ قرار دیا تھا۔ وزارت خارجہ نے کہا ہے کہ ان کے ریمارکس 'سرحد پار' قبضے کے تکنیکی تصور سے منسلک تھے۔ وزارت خارجہ کے ترجمان لوک بہادر پوڈیل چھیتری نے پیر کو ایک بیان میں کہا کہ وزیر اعظم کے ریمارکس لیپیا دھورا کالاپانی اور سوستا جیسے علاقوں کی سرحدی ستونوں دشگیا بغیر کسی شخص کی زمین اور سرحد پار زمین کے استعمال سے متعلق مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ تکنیکی مطالعات کی بنیاد پر کچھ ایسے علاقے ہیں جہاں نیپال کی طرف سے استعمال کی جانے والی زمین ہندوستانی علاقے میں آسکتی ہے۔ اسی طرح کچھ ایسے علاقے ہیں جہاں ہندوستان کی طرف سے استعمال کی جانے والی زمین نیپال کی سرحدوں کے اندر ہو سکتی ہے۔ ترجمان نے کہا کہ یہ بنیادی طور پر بغیر کسی شخص کی زمین پر قبضہ اور سرحد پار زمین کے استعمال سے متعلق معاملہ ہے، جس کا مطلب ہے سرحد پار زمین کا استعمال وزارت خارجہ نے اس بات کا اعادہ کیا کہ نیپال کی سرکاری بین الاقوامی وزارت نے یہ بھی کہا کہ لیپولیکھ حد بندی ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ بیان کے مطابق دریا پر مبنی حدود اور دریاؤں کے راستے میں وقتاً فوقتاً ہونے والی تبدیلیوں کی وجہ سے ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں جہاں ایک ملک کے شہری دوسرے ملک کی حدود میں آنے والی زمین استعمال کر رہے ہیں۔ وزارت نے کہا کہ نیپال اور ہندوستان کی تکنیکی ٹیمیں سرحدی ستونوں کی مرمت بغیر کسی شخص کی زمین پر قبضہ کی نگرانی اور سرحد پار زمین کے استعمال سے متعلق ڈیٹا اکٹھا کرنے میں مصروف ہیں۔ وزارت خارجہ نے کہا کہ حکومت تاریخی معاہدوں، نقشوں اور دو طرفہ معاہدوں کی بنیاد پر سفارتی بات چیت کے ذریعے تمام سرحدی تنازعات کو حل کرنے کے لیے پرعزم ہے۔

نیپال بجلی پر ویٹ واپس نہیں لے گا، صارفین پر بوجھ کم کرنے کے متبادل تلاش کر رہی ہے: حکومت

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

وزیر خزانہ ڈاکٹر سورنم واگلے نے واضح کیا ہے کہ حکومت بجلی پر عائد ویلیو ایڈڈ ٹیکس وی اے ٹی) کے فیصلے کو واپس نہیں لے گی۔ حکومت مختلف آپشنز پر کام کر رہی ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جا سکے کہ اضافی بوجھ براہ راست صارفین پر نہ پڑے۔ واگلے نے کہا کہ حکومت الیکٹرسٹی ریگولیٹری کمیشن کے ذریعے بجلی کے نرخوں کو ایڈجسٹ کرنے اور کم آمدنی والے خاندانوں کو فراہم کیے جانے والے مفت بجلی یونٹوں کی تعداد بڑھانے جیسے آپشنز پر غور کر رہی ہے۔ واگلے نے کہا کہ ویٹ نافذ کرنے کے فیصلے سے پیچھے ہٹنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ویٹ وہی رہے گا، لیکن ہم اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ بوجھ آخری صارف پر نہ انہوں نے استدلال کیا کہ بجلی پر ۵ فیصد ویٹ کے بارے میں جو خدشات اٹھائے جا رہے ہیں وہ مبالغہ آمیز ہیں۔ ان کے مطابق اصل ٹیکس کا بوجھ ۵ فیصد سے بھی کم ہے کیونکہ پہلے ۵۰ یونٹ بجلی مفت ہوتی ہے۔ واگلے نے کہا ایک خاندان جو ۱۵۰ یونٹ بجلی استعمال کرتا ہے وہ کتنا ادا کرتا ہے؟ ۵ فیصد ویٹ کے باوجود مؤثر ٹیکس کا بوجھ ۵ فیصد سے بھی کم ہے، کیونکہ ۵۰ یونٹ مفت ہیں۔ ۱۵۰ یونٹس استعمال کرنے والے گھرانے کے لیے مونثر ٹیکس کی شرح تقریباً ۳ فیصد ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ عام بجلی کا بل ۸۰۰ سے ۹۰۰ روپے ہے اور ویٹ کی وجہ سے اضافی ادائیگی تقریباً ۲۴ روپے ہے۔ لیکن اسے اس طرح پیش کیا جا رہا ہے جیسے اچانک صارفین پر بہت بڑا بوجھ ڈال دیا گیا ہو۔ وزیر خزانہ نے آنے والے مالی سال کے بجٹ کا دفاع کرتے ہوئے اسے معاشی اصلاحات کا سنگ بنیاد اور نوجوانوں کے لیے نئی امید کا ذریعہ قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ بجٹ کا مقصد نوجوان گریجویٹس کے لیے نیپال میں ہی ایک لاکھ روپے ماہانہ کمانے کے مواقع پیدا کرنا ہے۔ دس لاکھ روپے تک کی آمدنی پر ٹیکس کی چھوٹ کو ایک انقلابی قدم قرار دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس سے بازار میں لیکویڈیٹی آئے گی اور معاشی سرگرمیوں کو فروغ ملے گا

حکومت بیرونی دباؤ میں قومی مفاد بیچ رہی ہے: لیبر کلچر پارٹی

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی
نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

لیبر کلچر پارٹی نے حکومت پر سنگین الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ "حکومت کے غداری کے عزائم اب واضح ہو چکے ہیں"۔ پارٹی کا موقف ہے کہ حکومت کے حالیہ سفارتی اور پالیسی اقدامات قومی خود مختاری اور عوامی مفاد کے خلاف جا رہے ہیں کاٹھمانڈو میں پریس بریفنگ دیتے ہوئے پارٹی کے ترجمان نے کہا کہ حکومت نے سرحدی، اقتصادی اور سفارتی معاملات پر ایسے فیصلے کیے ہیں جو پارلیمنٹ میں بحث کے بغیر اور عوامی مشاورت کے بغیر نافذ کیے گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ رویہ اس شبے کو تقویت دیتا ہے کہ حکومت بیرونی قوتوں کے دباؤ میں آکر قومی مفاد سے پیچھے ہٹ رہی ہے۔ ہم یہ لفظ ہلکا نہیں لے رہے۔ جب کوئی حکومت شفافیت چھوڑ کر خفیہ معاہدوں کی راہ اپنائے اور پارلیمنٹ کو اندھیرے میں رکھے، تو اسے غداری کے سوا کیا کہا جائے؟ پارٹی نے تین مطالبات رکھے: ۱. حکومت فوری طور پر متنازع فیصلوں کی مکمل تفصیل پارلیمنٹ میں پیش کرے ۲. تمام بیرونی معاہدے عوامی سطح پر شائع کیے جائیں ۳. قومی سلامتی اور سرحدی معاملات پر آل پارٹیز میٹنگ بلائی جائے: حکومتی ترجمان نے ابھی تک باضابطہ جواب نہیں دیا، تاہم حکمران جماعت کے ایک رہنما نے غیر رسمی گفتگو میں کہا کہ لیبر کلچر پارٹی "سیاسی پوائنٹ اسکورنگ" کر رہی ہے اور حکومت کے اقدامات قومی مفاد میں ہیں۔

سیاسی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ یہ بیان اس وقت آیا ہے جب سرحدی اور سفارتی معاملات پر پارلیمنٹ کے اندر بھی بحث گرم ہے۔ اگر اپوزیشن کی دیگر جماعتیں لیبر کلچر پارٹی کے اس بیانیے کے ساتھ کھڑی ہوئیں تو حکومت پر دباؤ مزید بڑھ سکتا ہے۔

نیپال نے اقوام متحدہ میں بڑی سفارتی کامیابی حاصل کی، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی پہلی کمیٹی کا چیئرمین منتخب ہوا

احمد رضا ابن عبد القادر اویسی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
کاٹھمانڈو

نیپال کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی یو این جی اے) کے ۸۱ ویں اجلاس میں پہلی کمیٹی تخفیف

اسلحہ اور بین الاقوامی سلامتی کا چیئرمین منتخب کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ میں نیپال کے مستقل نمائندے سفیر لوک بہادر تھاپا نے اسے ملک کے لیے ایک بڑی سفارتی کامیابی قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ کثیر الجہتی بین الاقوامی امن اور سلامتی اور تخفیف اسلحہ کی عالمی کوششوں کے لیے نیپال کے سات دہائیوں سے زیادہ پرانے عزم کی بین الاقوامی شناخت کی نمائندگی کرتا ہے۔ پہلی کمیٹی کا چیئر منتخب ہونے پر سفیر تھاپا نے رکن ممالک کی جانب سے نیپال پر کیے گئے اعتماد اور حمایت کے لیے شکریہ ادا کیا۔ نیویارک میں نیپال کے مستقل مشن کے مطابق انہوں نے انصاف شفافیت اور جامعیت کے اصولوں پر مبنی اس ذمہ داری کو موثر طریقے سے نبھانے کے لیے اپنے عزم کا اظہار کیا۔ قابل ذکر ہے کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی پہلی کمیٹی تخفیف اسلحہ بین الاقوامی سلامتی اور عالمی امن سے متعلق امور پر بحث اور فیصلہ سازی کے عمل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کمیٹی کی صدارت سنبھالنے کو نیپال کی بین الاقوامی سفارتی حیثیت اور عالمی سطح پر اس کی بڑھتی ہوئی فعالیت کی ایک اہم علامت سمجھا جا رہا ہے۔

کیرالہ اسمبلی کے لیے مسلم خاتون کو بڑی ذمہ داری، کانگریس ایم ایل اے شانیمول عثمان کو ڈپٹی اسپیکر منتخب کیا گیا

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

تاریخی انتخاب: کیرالہ قانون ساز اسمبلی کی تاریخ میں ۶۶ سال بعد کسی مسلم خاتون کو یہ اہم عہدہ ملا ہے۔ ۲ جون ۲۰۲۶ کو کانگریس لیڈر اور ارور (Aroor) حلقہ سے ایم ایل اے شانیمول عثمان کو ۱۶ ویں کیرالہ قانون ساز اسمبلی کی ڈپٹی اسپیکر منتخب کیا گیا۔

تاریخی پس منظر: اس سے قبل کیرالہ اسمبلی میں خواتین ڈپٹی اسپیکرز کی تاریخ کا آغاز ۱۹۵۷ میں ہوا تھا۔ شانیمول عثمان سے پہلے صرف اے نفیسہ بیوی (A Nafeesath Beevi) (۱۹۶۰ تا ۱۹۶۴) واحد مسلم خاتون تھیں جو اس عہدے پر فائز ہوئیں، جن کے بعد اب شانیمول عثمان نے یہ کامیابی حاصل کی ہے۔

انتخابی مقابلہ: ارور کی ایم ایل اے شانیمول عثمان نے ایل ڈی ایف (LDF) کے امیدوار اور سی پی آئی ایم ایل اے کو شکست دی اور ایک تاریخی کامیابی حاصل کر کے کانگریس کے لیے فخر کا باعث بنیں۔

سیاسی سفر: شانیمول عثمان نے طالب علمی کے زمانے سے ایس ڈی کالج، الاپوزا میں اپنی انڈر گریجویٹ تعلیم کے دوران ایس یو (KSU) کے ذریعے سیاست میں قدم رکھا۔ وہ بعد میں لا اکیڈمی سے قانون کی تعلیم کے دوران کل وقتی سیاسی کارکن بن گئیں۔ وہ کیرالہ سے اے آئی سی سی (AICC) کی پہلی خاتون سکریٹری بھی رہ چکی ہیں۔

سابقہ کامیابیاں: وہ ۲۰۱۹ میں ارور میں اسمبلی ضمنی انتخاب میں ۱۹۵۵ ووٹوں کی اکثریت سے جیت کر اسمبلی میں داخل ہوئیں اور پھر ۲۰۲۶ کے انتخابات میں اسی حلقے سے دوبارہ بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔

اخباری سرخی دہلی میں عمارت گرنے سے ہلاکتوں کی تعداد چھ ہو گئی

نمائندہ نیپال اردو ٹائمز
سید ظہیر احمد فنا

نئی دہلی ۳۱ مئی (یو این آئی): جنوبی دہلی کے ساکیت میٹرو اسٹیشن کے قریب سعد الرجائب علاقے میں ایک عمارت گرنے سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد بڑھ کر چھ ہو گئی ہے۔ یہ اطلاع حکام نے اتوار کو دی۔ اس افسوسناک واقعے میں کئی دیگر افراد بھی زخمی ہوئے ہیں، جس کے بعد قومی دارالحکومت میں عمارتوں کی حفاظت اور غیر مجاز تعمیرات کے حوالے سے نئی تشویشات پیدا ہو گئی ہیں۔ قابلِ ذکر ہے کہ کوچنگ سینٹر، دفاتر اور کھانے پینے کی دکانوں پر مشتمل کثیر المنزلہ تجارتی عمارت ہفتہ کو بالائی منزل پر جاری تعمیراتی کام کے دوران منہدم ہو گئی تھی۔ امدادی ٹیموں نے پوری رات ملبے سے زندہ افراد کو نکالنے اور اس کے نیچے دبے لوگوں کو بچانے کا کام جاری رکھا۔ دہلی پولیس نے غیر ارادی قتل کا مقدمہ درج کر لیا ہے اور اس بات کی تحقیقات شروع کر دی ہیں کہ آیا یہ حادثہ غفلت یا عمارت کی ساختی خامیوں کے باعث پیش آیا۔

4
ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز
Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
آس پاس
04/جون 2026 مطابق 17/ذی الحجہ 1447ھ / 21 گتے جیٹھ 2083

خانوادہ فردوسیہ کے چشم وچراغ آل رسول مولانا سید نظامی حسن فردوسی

علمِ ازہر کی روشنی، خانقاہی تربیت اور بزرگوں کے فیضان کا حسین امتزاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ اپنے دین کی خدمت اور اولیائے کرام کے مشن کی حفاظت کے لیے ہر دور میں ایسے افراد پیدا فرماتا ہے جو اپنے بزرگوں کی امانتوں کے محافظ اور ان کے فیضان کے امین ہوتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا﴾ (السجدہ: ۲۴) "اور ہم نے ان میں ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے جب انہوں نے صبر اور استقامت سے کام لیا۔"

مخدوم الکل تاجدار اولیائے اودھ حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی گلشن کی آبیاری اور ان کے مشن کی پاسبانی کی ذمہ داری آج جس شخصیت نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھی ہے، وہ خانقاہ عالیہ مخدومیہ سبحانیہ فردوسیہ بلہری شریف فیض آباد کے سجادہ نشین غازی ملت پیر طریقت نور المشائخ حضرت علامہ سید عبد الرب المعروف چاند بابو صاحب قبلہ کی ذات بابرکات ہے۔ آپ کی ذات اس روشن چراغ کی مانند ہے جو اپنے بزرگوں سے روشنی حاصل کرکے دوسروں کے دلوں کو منور کر رہا ہے۔ اگر حضرت مخدوم الکلؒ سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی علیہ الرحمہ اور خانقاہ کے دیگر اکابرین نے اس خانقاہ کی بنیادوں کو اپنے تقویٰ، علم اور روحانیت سے مضبوط کیا تو نور المشائخ حضرت علامہ الحاج سید چاند بابو صاحب قبلہ ان بنیادوں پر استقامت، اخلاص اور خدمت کے مینار تعمیر کر رہے ہیں۔

حدیثِ پاک میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "العلماء ورثة الأنبياء" یعنی "علما انبیاء کے وارث ہیں۔" اسی طرح اولیائے کرام کے حقیقی جانشین وہی ہوتے ہیں جو ان کی تعلیمات، اخلاق اور مشن کے وارث ہوں۔ حضرت مولانا سید عبد الرب چاند بابو کی زندگی اسی وراثت کی ایک حسین تصویر ہے۔ ان کے مزاج میں انکساری ایسی ہے جیسے پھل دار درخت جھک جاتا ہے، ان کی گفتگو میں مٹھاس ایسی ہے جیسے موسمِ بہار کی نرم ہوا، اور ان کے اخلاق میں کشش ایسی ہے کہ ہر آنے والا اپنا پن محسوس کرتا ہے۔

خانقاہ دراصل ایک روحانی درسگاہ ہوتی ہے جہاں دلوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ جس طرح ایک طبیب جسمانی بیماریوں کا علاج کرتا ہے، اسی طرح خانقاہ کے مشائخ روح کی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔

حضرت علامہ الحاج سید چاند بابو صاحب اسی روحانی طبابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو نفرت سے محبت کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، اور دنیا پرستی سے خدا پرستی کی طرف بلاتے ہیں۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ (الحجرات: ۱۰) "مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔" حضرت علامہ الحاج سید عبد الرب چاند بابو کی زندگی اس آیت کی عملی تفسیر معلوم ہوتی ہے۔ ان کے دروازے پر امیر و غریب، عالم و جاہل، چھوٹا و بڑا سب یکساں عزت و احترام پاتے ہیں۔ ان کی کوشش رہتی ہے کہ خانقاہ محبت، اخوت اور اتحاد کا مرکز بنی رہے۔

ان کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مخدوم الکلؒ کے مشن کو محض یادگار بننے نہیں دیا بلکہ اسے ایک زندہ تحریک کی شکل دی۔ ذکر و اذکار کی محفلیں، دینی اجتماعات، اصلاحی نشستیں، تعلیمِ قرآن اور عقائدِ اہلِ سنت کی اشاعت، یہ سب ان کی نگرانی اور سرپرستی میں جاری ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ بزرگوں کے مزاروں کی حفاظت سے زیادہ ضروری ان کے افکار اور تعلیمات کی حفاظت ہے۔

اس مقدس مشن میں ان کے فرزندِ ارجمند آل رسول مولانا سید نظامی حسن فردوسی ازہری صاحب قبلہ بھی نہایت مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کی ذات نوجوان نسل کے لیے امید کی ایک روشن کرن ہے۔ وہ علمِ ازہر کی روشنی، خانقاہی تربیت کی خوشبو اور بزرگوں کے فیضان کا حسین امتزاج ہیں۔ ان کی علمی صلاحیتیں، دینی بصیرت اور تنظیمی فہم خانقاہ کے مستقبل کو مزید روشن بناتی ہیں۔

اگر حضرت علامہ الحاج سید چاند بابو اس روحانی قافلے کے سالار ہیں تو مولانا سید نظامی حسن فردوسی ازہری اس قافلے کے مضبوط دست و بازو ہیں۔ باپ اور بیٹے کی یہ جوڑی اس درخت کی مانند ہے جس کی جڑیں ماضی کے صالح بزرگوں میں پیوست ہیں اور جس کی شاخیں مستقبل کی نسلوں تک سایہ اور پھل پہنچا رہی ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "خير الناس أنفعهم للناس" "سب سے بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔" بلاشبہ حضرت علامہ الحاج سید عبد الرب چاند بابو اور مولانا سید نظامی حسن فردوسی ازہری صاحب اسی حدیثِ مبارکہ کے عملی نمونے ہیں۔ ان کی خدمات محض ایک خانقاہ تک محدود نہیں بلکہ دلوں کی اصلاح، عقائد کی حفاظت، سنت کی اشاعت اور محبت و اخوت کے فروغ تک پھیلی ہوئی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کو صحت و عافیت، عزت و وقار، علم و عمل میں مزید برکت عطا فرمائے، انہیں اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر استقامت بخشے، اور خانقاہِ مخدومیہ کو تا قیامت رشد و ہدایت کا سرچشمہ بنائے رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

قاری اخلاق احمد نظامی
مقام و پوسٹ گلرہا مہنداول سنت کبیر نگر
و پرنسپل دار العلوم اہلسنت انوار العلوم گولا بازار

تصوف اور مخدوم ملت حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کی روح اگر شریعت ہے تو اس کا حسن تصوف ہے۔ شریعت انسان کے ظاہری اعمال کی اصلاح کرتی ہے اور تصوف اس کے باطن کو پاکیزگی، اخلاص اور محبتِ الٰہی سے آراستہ کرتا ہے۔ جس طرح ایک درخت اپنی جڑوں کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا، اسی طرح شریعت کے بغیر تصوف اور تصوف کے بغیر شریعت اپنی حقیقی روح سے محروم ہو جاتے ہیں۔ تاریخِ اسلام میں جن بزرگوں نے شریعت و طریقت کے حسین امتزاج کو اپنی زندگی میں جمع کیا، ان میں مخدومُ الکل آل رسول حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ تاجدار اولیائے اودھ بلہری شریف فیض آباد کا مقام نہایت بلند اور ممتاز ہے۔

تصوف دراصل دل کو غیر اللہ کی محبت سے خالی کرکے اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر دینے کا نام ہے۔ یہ نفس کی سرکشی کو توڑنے، خواہشات کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے اور بندے کو اپنے رب کے قریب کرنے کا راستہ ہے۔ حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی اسی مقصد کے لیے وقف فرمائی۔

قرآنِ کریم ارشاد فرماتا ہے:
﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾ (سورۂ الشمس: ۹)
"بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔"

حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اسی تزکیۂ نفس کے گرد گردش کرتی تھیں۔ آپ فرماتے تھے کہ دل اگر حسد، تکبر، ریا اور دنیا کی بے جا محبت سے بھر جائے تو انسان عبادتوں کے باوجود روحانی لذت سے محروم رہتا ہے، لیکن جب دل اللہ کی یاد سے آباد ہو جائے تو زندگی کا ہر لمحہ عبادت بن جاتا ہے۔

آپ کی خانقاہ ایک ایسی روحانی درسگاہ تھی جہاں صرف کتابوں کا علم نہیں بلکہ دلوں کی تربیت بھی ہوتی تھی۔ وہاں ذکر کی محفلیں تھیں، فکر کی مجالس تھیں، محبت کے چراغ تھے اور معرفت کے چشمے رواں تھے۔ جو شخص اس دربار سے وابستہ ہوتا، اس کے دل کی زمین میں تقویٰ کے پودے اگنے لگتے اور اخلاق کے پھول کھلنے لگتے۔

تصوف کی مثال ایک آئینے کی سی ہے۔ جب آئینے پر گرد جم جائے تو اس میں چہرہ صاف نظر نہیں آتا۔ اسی طرح گناہوں، غفلتوں اور نفسانی خواہشات کی گرد جب دل پر جم جاتی ہے تو بندہ اپنے رب کی معرفت سے دور ہو جاتا ہے۔ اولیائے کرام کا کام اسی آئینے کو صاف کرنا ہوتا ہے۔ تاجدار اولیائے اودھ حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی دلوں کے انہی صیقل گر بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے بے شمار انسانوں کے قلوب کو ذکرِ الٰہی کے نور سے چمکا دیا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ" "خبردار! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔"

وہ ٹکڑا دل ہے، اور تصوف دراصل اسی دل کی اصلاح کا نام ہے۔ حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام روحانی کاوشیں اسی مرکزِ احساس یعنی قلبِ انسانی کی اصلاح کے لیے تھیں۔

آپ کی ذات ایک ایسے سمندر کی مانند تھی جس کی لہروں میں محبت تھی، جس کی گہرائیوں میں معرفت تھی اور جس کے کناروں پر سکون و اطمینان کے خزانے بکھرے ہوئے تھے۔ لوگ اپنی روحانی پیاس لے کر آتے اور سیراب ہو کر واپس جاتے۔ آپ کی نگاہِ ولایت مردہ دلوں میں زندگی اور مایوس دلوں میں امید پیدا کر دیتی تھی۔

تصوف کی راہ محبت کی راہ ہے۔ یہ نفرتوں کو مٹاتی، دلوں کو جوڑتی اور انسان کو انسان کا درد سمجھنا سکھاتی ہے۔ مخدوم ملت حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ محبت، اخوت، خدمتِ خلق اور حسنِ اخلاق کا درس دیا۔ آپ کے نزدیک کامل صوفی وہ تھا جو اللہ کا بندہ بھی ہو اور اللہ کی مخلوق کا خیر خواہ بھی۔

آپ کی زندگی اس حقیقت کا روشن ثبوت تھی کہ تصوف دنیا سے بھاگنے کا نہیں بلکہ دنیا میں رہ کر اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے عبادت کے ساتھ خدمت، ذکر کے ساتھ فکر، اور روحانیت کے ساتھ انسانیت کو بھی یکجا کیا۔

آج جبکہ مادیت کی تیز آندھیاں روحانی قدروں کو کمزور کر رہی ہیں، مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ایک مضبوط چراغ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا پیغام آج بھی یہی ہے کہ دلوں کو پاک کرو، اخلاق کو سنوارو، محبت کو عام کرو اور اپنے رب سے تعلق مضبوط بناؤ، یہی تصوف کا حقیقی جوہر ہے۔

اللہ تعالیٰ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات سے ہمیں مستفید فرمائے، ہمارے قلوب کو نورِ معرفت سے منور کرے اور ہمیں شریعت و طریقت کے حسین راستے پر ثابت قدم رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ مولانا غلام سبحانی نظامی
بیت النور اوجھا گنج ضلع بستی

تعلیمی بیداری کانفرنس سرسنڈ بحسن وخوبی اختتام پذیر

پریس ریلیز، سیتامڑھی
ابو افسر مصباحی
نیپال اردو ٹائمز

سرسنڈ نگر پنچائت میں واقع محلہ خواجہ نگر میں مورخہ ۲ جون ۲۰۲۶ عیسوی مطابق ۱۵ ذی الحجہ ۱۴۴۷ھ کو تعلیمی بیداری کانفرنس بحسن و خوبی اختتام پذیر ہو گیا، بعد مغرب سیاسی و سماجی کارکنان اور ارباب علم و دانش کی ایک نشست منعقد کی گئی جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے سرسنڈ کے موجودہ رکن اسمبلی پروفیسر ناگیندر راؤت نے شرکت کی ان کے علاوہ پولیس محکمہ کے اہلکار ضلع پارشد نصیب الحق پروفیسر گوہر صدیقی، نور الہدیٰ عرف ننھے اور طارق امام عرف چاند اور دیگر اسکول و کالج کے ہونہار اسٹوڈنٹس نے شرکت کی، جس میں ضلع سیتامڑھی میں ٹاپ کرنے والے طلبہ اور طالبات کو اعزازی سند اور میڈل سے نوازا گیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی گئی، قبل عشاء اس پروگرام کا اختتام کر دیا گیا، پھر بعد نماز عشاء باضابطہ طور سے پروگرام کا آغاز تلاوت کلام اللہ سے کرنے کے لیے حضرت مولانا محمد سنابل امام نور مصباحی کو دعوت سخن دی گئی جنہوں نے قرآت کرکے ایک روحانی سماں پیدا کر دیا، بعدہ حافظ معراج عالم نے بھی قرآن مقدس کی چند آیات پیش کی، اس کے بعد علاقائی طلباء حافظ ذیشان رضا ہاشمی مرشد نگر اکڈنڈی و حافظ مراد عالم رضا نگر اکڈنڈی نعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفہ پیش کیا، مقرر خصوصی کی حیثیت سے تشریف لائے غازیء اسلام خلیفۂ سرکار کلاں حضرت علامہ محمد ہاشم اشرفی جیلانی کانپوری نے کہا کہ سب سے بڑا علم علم العقائد ہے جس کا عقیدہ درست نہیں اس کی دنیا اور آخرت برباد ہے جس نے عقائد کا علم حاصل نہ کیا وہ گمراہ ہو گیا، اس کا علم لوگوں کے لیے خطرے کا سبب بن گیا، وہ آسمان سے پھول نہیں بلکہ بم اور بارود برسا رہا ہے جیسا کہ ابھی یورپ اور امریکہ کے یہودی کر رہے ہیں، انہوں نے قوم مسلم کو پڑھائی پہ توجہ کرنے کی تلقین کی نوجوانوں کو سمجھایا کہ علم حاصل کرنے کے لیے علماء کے پاس جاؤ کتابوں کا مطالعہ کرو گوگل سے علم مت سیکھو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اس کے علاوہ مجاہدین ازادی کے کردار پر انہوں نے بھرپور روشنی ڈالی اور علامہ فضل خیر آبادی کے فتوےء جہاد کو تفصیل سے سمجھایا، بچوں کو بتایا کہ تعلیم اس لیے حاصل کرو تاکہ اس کی روشنی میں تم زندگی گزارو نوکری کی لالچ میں نہیں، تعلیم کے ساتھ اگر نوکری بھی مل

جائے تو اسے اللہ کا فضل اور عطیہ سمجھو، انسٹیٹیوٹ کے طلباء میں خودکشی کے بڑھتے ہوئے واقعات پر آپ نے تشویش کا اظہار کیا، تقریبا ایک گھنٹہ ان کا زبردست خطاب ہوا چاروں طرف سے نعرۂ تکبیر ورسالت کی صدائیں بلند ہو رہی تھی، جبکہ امام خطابت حضرت علامہ مولانا الحاج محمد امام الدین قادری سربراہ اعلیٰ دار العلوم باز اشہب بری کنڈا پرتاب گڑھ نے تعلیم اور اصلاح معاشرہ کے موضوع پر زبردست خطاب کیا، آپ نے لوگوں کو سودی کاروبار سے بچنے کی تلقین کی اور شادی بیاہ میں ڈیمانڈ نہ کرنے کی نصیحت کی، لوگوں کو سمجھایا کہ اپنے لباس میں اپنے کھانے پینے کی چیزوں میں کٹوتی کر لو مگر بچوں کے علم پہ بھرپور پیسہ خرچ کرو دنیا میں جو قوم تعلیم میں پیچھے رہ جاتی ہے وہ ہر چیز میں پیچھے رہ جاتی ہے، انہوں نے بتایا کہ جلسہ کو کارآمد کیسے بنایا جا سکتا ہے، نام و نمود اور ریاکاری سے لوگوں کو دور نکلنے کی تلقین کی اور نوجوان علماء کو موجودہ حالات سے باخبر کیا، اور ٹیکنیکل تعلیم پر توجہ دینے کی بات سمجھایا، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ کے کمانے اور زندگی گزارنے کے فرق کو مثالوں سے سمجھایا، جبکہ شاعر انٹرنیشنل حضرت اسد اقبال کو سننے کے لیے نوجوان دور دور سے آئے تھے اور جب تک ان کو مکمل نہ سنا وہ وہاں سے رخصت نہیں ہوئے حضرت اسد اقبال نے لوگوں کی فرمائش پر مختلف کلام پیش کر کے ایک پرکیف سماں پیدا کر دیا، اخیر میں نبی نبی پڑھ کے پرانی یاد تازہ کر دی، چاروں طرف سے مجمع کھچا کھچ بھرا ہوا تھا انعام واکرام کی بارش ہو رہی تھی، جبکہ مداح رسول عظمت الہ آبادی نے بھی بہترین انداز میں نعتیہ کلام پیش کیا، واضح ہو کہ اس پروگرام کی نقابت نقیب اہل سنت مولانا شعبان رضا برکاتی پرتاب گڑھی اور فاضل نوجوان مولانا محمد اشفاق مصباحی سیتامڑھی نے مشترکہ طور پر انجام دیا، مولانا برکاتی نے امام خطابت کی صدارت میں پرتاب گڑھ میں تعمیر کرائی گئی مساجد و مدارس کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا اور مجمع عام کو بتایا کہ حضرت امام خطابت کا پرتاپ گڑھ پہ بہت بڑا احسان ہے جنہوں نے وہاں سنیت کی لاج بچا رکھی ہے جبکہ انجمن رضائے مصطفی کے زیر اہتمام چلنے والے ہاسپٹل میں غریبوں کا مفت علاج اور چیک اپ کیا جا رہا ہے حضرت امام خطابت اس کے بانی ارکان میں سے ایک ہیں، ملحوظ رہے کہ یہ پروگرام عزیزم غلام غوث رضا سلمہ اور عزیزہ امائرہ تجمل سلمہا کے عقیقہ مسنونہ کی خوشی میں منعقد کیا گیا تھا، اس پروگرام کو نام و نمود سے کوسوں دور خلوص وللہیت کے ساتھ منعقد کیا گیا تھا اس پروگرام کا پورا خرچ حاجی ماسٹر محمد اسلم انصاری اور ان کے صاحبزادگان نے اپنے جیب خاص سے برداشت کیا، چندہ کی شکل میں کسی سے کوئی رقم نہیں لی گئی، ضلع سیتامڑھی کا یہ پہلا جلسہ تھا جہاں سٹیج اور سامعین کسی کے لیے بھی کوئی پنڈال نہیں لگایا گیا تھا، یہ ان لوگوں کے لیے بھی ایک سبق ہے جو پنڈال ہی کو جلسہ سمجھتے ہیں اور لاکھوں روپیہ گرمی کے موسم میں بھی پنڈال کے ڈیکوریشن میں جھونک دیتے ہیں، اور جلسہ کے بعد مدرسہ کو خسارے میں ڈال کر راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں کھلی فضا میں منعقد پروگرام اور اس میں جگمگاتی ہوئی روشنی ایک خوشنما اور پرکیف منظر پیش کر گیا، جو حاضرین کے ذہن و فکر میں لمبی مدت تک باقی رہے گا، مزید راکیش ساؤنڈ سروس مظفر پور کی اچھی سروس نے چار چاند لگا دیا، اس پروگرام میں جھولا لگانے فیشن بازار سجانے سے لوگوں کو روک دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے یہ جلسہ کثیر اژدہام ہونے کے باوجود بدنظمی کا شکار ہونے سے بچ گیا، کوئی شور شرابہ نہیں کوئی گیدرنگ نہیں کوئی دھکا مکی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میلہ ٹھیلا نہ لگنے کی وجہ سے یہ پروگرام اتنا زیادہ کامیاب ہوا، اور اخیر تک لوگ شوق و جذبہ کے ساتھ سنتے رہیں، اس پروگرام نے لوگوں کو نئی راہ دکھائی ہے اور لوگوں کو یہ ذہن و فکر دیا ہے کہ بغیر میلہ اور آسمانی جھولا کے بھی جلسہ ہو سکتا ہے بشرطکہ خلوص کے ساتھ کیا جائے، پروگرام میں مولانا الحاج محمد نظام الدین قادری گلاب پور کٹیا، مولانا محمد زاہد رضا مہادے پٹی، مولانا محمد شفیع احمد مہادے، پٹی مولانا صدام حسین قادری، مولانا محمد احمد حسین امجدی، مولانا عبید اللہ قادری حافظ متین اشرف، مولانا کمال الدین کمالی، مولانا ضیاء اللہ بخاری حضرت حافظ و قاری محمد اشتیاق احمد خطیب امام خلافت باغ امام احمد رضا جامع مسجد مولانا انوار الحق کے علاوہ کثیر تعداد میں مقامی علماء اور ائمہ نے شرکت کی، تین بجے شب صلوۃ وسلام ہوا بعدہ محفل قل کا اہتمام ہوا اور پورے علاقہ کے مرحومین کے نام ایصال ثواب کیا گیا

،رپورٹ ابو افسر مصباحی نمائندہ نیپال اردو ٹائمز،

اداریہ

Editorial

وزیر اعظم کا بیان! کیا نیپال اصل مسائل سے دور ہو رہا ہے؟

ایڈیٹر کے قلم سے۔۔۔۔۔

نیپال کی سیاست ایک بار پھر ایسے مرحلے میں داخل ہو گئی ہے جہاں ایک بیان نے پورے سیاسی منظر نامے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ وزیر اعظم بالن شاہ کی جانب سے پارلیمان میں سرحدی تنازعات کے حوالے سے دیے گئے بیان کے بعد نہ صرف سیاسی ایوانوں میں ہنگامہ برپا ہوا بلکہ اپوزیشن جماعتوں نے بھی اسے قومی مفادات کے خلاف قرار دیتے ہوئے شدید ردِ عمل ظاہر کیا۔ بعض رہنماؤں نے تو یہاں تک مطالبہ کر دیا کہ وزیر اعظم پارلیمان اور قوم سے معافی مانگیں، جبکہ ان کے بیان کو پارلیمانی ریکارڈ سے حذف کرنے کی آوازیں بھی بلند ہوئیں۔

اپوزیشن جماعتوں کا مؤقف ہے کہ کالاپانی، لمپیادھورا اور لیپولیکھ جیسے متنازعہ علاقوں کے بارے میں نیپال کا موقف تاریخی اور قانونی اعتبار سے بالکل واضح ہے، اس لیے ایسی کوئی بھی بات جو قومی دعوے کو کمزور کرتی محسوس ہو، عوامی جذبات کو ٹھیس پہنچا سکتی ہے۔ ان جماعتوں کا کہنا ہے کہ حکومت کو قومی یکجہتی کو مضبوط بنانے کے بجائے ایسے بیانات سے گریز کرنا چاہیے جو اندرونی اختلافات کو بڑھاوا دیں۔

دوسری جانب حکومت اور وزیر اعظم کے حامی حلقے یہ دلیل دے رہے ہیں کہ قومی مسائل کا حل جذباتی نعروں سے نہیں بلکہ حقائق اور سفارتی حکمت عملی سے نکلتا ہے۔ ان کے مطابق اگر سرحدی مسائل کی پیچیدگیوں کا اعتراف کیا جائے تو اس کا مطلب قومی موقف سے دستبرداری نہیں بلکہ ایک حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر اختیار کرنا ہے۔ حکومت کا اصرار ہے کہ سرحدی تنازعات کا حل مذاکرات، سفارت کاری اور تاریخی دستاویزات کی بنیاد پر ہی ممکن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ تنازع صرف ایک بیان کا نہیں بلکہ نیپال کی بدلتی ہوئی سیاست کا بھی عکاس ہے۔ نئی سیاسی قوتوں کے ابھرنے، روایتی جماعتوں کی کمزور ہوتی عوامی حمایت اور خارجہ پالیسی کے حساس معاملات نے سیاسی ماحول کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے۔ ہر جماعت قومی مفاد کی ترجمان بننے کی کوشش کر رہی ہے، مگر افسوس کہ اکثر اوقات اصل مسائل پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔

ملک اس وقت معاشی سست روی، روزگار کے بحران، مہنگائی، ترقیاتی منصوبوں میں تاخیر اور انتظامی کمزوریوں جیسے چیلنجز سے دوچار ہے۔ حالیہ بجٹ میں بڑے بڑے اصلاحاتی وعدے کیے گئے ہیں، مگر عوام کی نظریں ان وعدوں کے عملی نتائج پر مرکوز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سڑکوں کی تعمیر میں تاخیر، سرمایہ کاری کی کمی اور بنیادی سہولتوں کے فقدان پر عوامی بے چینی مسلسل بڑھ رہی ہے۔

سیاسی جماعتوں کو یہ سمجھنا ہو گا کہ قومی وقار کا تحفظ صرف نعروں سے نہیں بلکہ مضبوط معیشت، مستحکم جمہوریت اور مؤثر حکمرانی سے ہوتا ہے۔ اگر پارلیمان کا بیشتر وقت الزام تراشی، احتجاج اور ہنگامہ آرائی میں گزرے گا تو عوام کے حقیقی مسائل مزید پیچیدہ ہوتے جائیں گے۔

نیپال کی جمہوریت ابھی ارتقائی مرحلے میں ہے۔ ایسے میں حکومت اور اپوزیشن دونوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اختلافِ رائے کو دشمنی میں تبدیل نہ کریں۔ قومی سلامتی، سرحدی خودمختاری اور خارجہ تعلقات جیسے معاملات پر وسیع سیاسی اتفاقِ رائے پیدا کیا جائے، تاکہ دنیا کو ایک مضبوط، متحد اور باوقار نیپال کا پیغام دیا جا سکے۔

آج ملک کو سیاسی شور سے زیادہ سیاسی بصیرت کی ضرورت ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ تمام سیاسی قوتیں وقتی مفادات سے بالاتر ہو کر قومی مفاد کو مقدم رکھیں، کیونکہ مضبوط قومیں اختلافات کے باوجود اپنے بنیادی قومی مقاصد پر متحد رہتی ہیں۔

نیپال کے غیر رجسٹرڈ مدارس کے لئے رہنما نکات

ڈاکٹر سلیم انصاری جھاپا

نیپال میں دینی تعلیم کا نظام ایک طویل عرصے سے خاموشی کے ساتھ اپنی خدمات انجام دیتا رہا ہے۔ اندازوں کے مطابق ملک بھر میں تقریباً ۲۵۰۰ چھوٹے بڑے مدارس قائم ہیں، جن میں سے لگ بھگ ۵۰ فیصد مدارس رجسٹرڈ ہیں جبکہ بقیہ مدارس ابھی تک باقاعدہ رجسٹریشن کے عمل سے نہیں گزرے۔ آج کی اس تحریر میں ہم خاص طور پر انہی غیر رجسٹرڈ مدارس کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے، تاکہ ان کی موجودہ صورتِ حال، چیلنجز اور ممکنہ حل کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

غیر رجسٹرڈ مدارس کی نوعیت یکساں نہیں ہے۔ ان میں کچھ بڑے مدارس ہیں جو باقاعدہ درسِ نظامی یا دیگر دینی نصاب چلا رہے ہیں، جبکہ بہت سے ادارے چھوٹے مکاتب (ابتدائی دینی مراکز) کی شکل میں کام کر رہے ہیں، جہاں بچوں کو قرآنِ مجید، بنیادی عقائد اور اخلاقی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ مکاتب عموماً مساجد سے منسلک ہوتے ہیں اور مقامی سطح پر اپنی خدمات انجام دیتے ہیں۔ وسائل کی کمی، انتظامی مسائل اور قانونی پیچیدگیوں کی وجہ سے ان میں سے بہت سے ادارے رجسٹریشن نہیں کرا پائے ہیں۔

حال ہی میں نیپال کی نئی حکومت نے مدارس کے حوالے سے سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک بھر کے مدارس کا ڈیٹا اکٹھا کرنے کا عمل شروع کیا ہے۔ اس اہم ذمہ داری کو مسلم آیوگ کے سپرد کیا گیا ہے، جو اس سلسلے میں بنیادی معلومات، تعداد، نوعیت اور نظامِ تعلیم کا جائزہ لے رہا ہے۔ یہ پیش رفت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ مستقبل قریب میں حکومت مدارس کے لیے ایک جامع پالیسی متعارف کرا سکتی ہے۔ امکان ہے کہ یہ پالیسی مدارس کو قومی دھارے کا حصہ بنانے، شفافیت کو یقینی بنانے اور مالی معاملات کی نگرانی جیسے اہم پہلوؤں پر مشتمل ہو گی۔

اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ اس پالیسی کی تشکیل اور نفاذ میں کتنا وقت لگے گا، لیکن قرائن یہی بتاتے ہیں کہ حکومت اس معاملے کو زیادہ دیر تک نظر انداز نہیں کرے گی۔ ایسے میں غیر رجسٹرڈ مدارس کے ذمہ داران کے لیے ضروری ہے کہ وہ بروقت اقدامات کریں تاکہ آنے والے وقت میں کسی بھی قسم کی دشواری سے بچا جا سکے۔

- سب سے پہلی اور اہم تجویز یہ ہے کہ رجسٹریشن کے عمل کو مزید مؤخر نہ کیا جائے بلکہ جلد از جلد اس کی طرف پیش رفت کی جائے۔ رجسٹریشن نہ صرف قانونی تحفظ فراہم کرتا ہے بلکہ حکومتی سطح پر اعتماد اور تعاون کے دروازے بھی کھولتا ہے۔

۲- دوسری اہم بات یہ ہے کہ مدارس کے قیام اور رجسٹریشن میں منصوبہ بندی کو مدنظر رکھا جائے۔ صرف انہی علاقوں میں مدارس کو رجسٹرڈ کیا جائے جہاں مسلمانوں کی معقول آبادی موجود ہو اور طلبہ کی دستیابی یقینی ہو، تاکہ ادارہ مؤثر انداز میں چل سکے۔

۳- اسی طرح بہت سے علاقوں میں چھوٹے چھوٹے مکاتب الگ الگ کام کر رہے ہیں جہاں طلبہ کی تعداد محدود ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ ان مکاتب کو یکجا کر کے ایک مضبوط اور منظم مدرسہ قائم کیا جائے اور اسی کو رجسٹرڈ کروایا جائے۔ اس سے وسائل کا بہتر استعمال ہو گا اور تعلیمی معیار میں بھی بہتری آئے گی۔

۴- دوسری جانب جن علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے اور باقاعدہ مدرسہ چلانا مشکل ہے، وہاں مکتب کا نظام زیادہ موزوں رہتا ہے۔ ایسے میں بچے صبح یا شام مسجد کے امام سے قرآن و دینیات سیکھیں اور دن کے اوقات میں عصری تعلیم کے لیے اسکول جائیں۔ یہ ماڈل متوازن تعلیم کے لیے نہایت مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔

۵- مزید برآں مدارس کے نظام و نظم کو بہتر بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ محض روایتی انداز پر اکتفا کرنے کے بجائے جدید تعلیمی اصولوں کو بھی اپنانا چاہیے۔ نظم و ضبط، اساتذہ کی تربیت، نصاب میں توازن، اور طلبہ کی ہمہ جہت نشوونما پر توجہ دی جائے۔ مدارس کو سرکاری اسکولوں کی بجائے نجی تعلیمی اداروں کی طرح منظم، باوقار اور معیاری انداز میں چلایا جائے تاکہ والدین کا اعتماد بڑھے اور طلبہ بہتر مستقبل کی طرف گامزن ہو سکیں۔

۶- اس کے علاوہ مالی شفافیت کو یقینی بنانا بھی نہایت ضروری ہے۔ مدارس کو چاہیے کہ اپنے آمد و خرچ کا باقاعدہ ریکارڈ رکھیں، ڈونیشن اور زکوٰۃ کے استعمال میں واضح نظام اپنائیں، اور جہاں ممکن ہو آڈٹ کا نظام بھی نافذ کریں۔ اسی طرح عصری مضامین جیسے انگریزی، ریاضی اور کمپیوٹر کی بنیادی تعلیم کو بھی نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ طلبہ عملی زندگی میں بہتر مواقع حاصل کر سکیں۔

جنگ بندی کے باوجود اسرائیل کے لبنان پر حملے

تحریر: اللہ نواز خان
allahnawazk012@gmail.com

ایران اور امریکہ کی جنگ نے پوری دنیا کو پریشانی میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ عارضی جنگ بندی ہے اور مذاکرات ہو رہے ہیں۔ اب بھی جنگ کا امکان نہ ہونے کے باوجود بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ایران و امریکہ جنگ میں اسرائیل بھی امریکہ کا اتحادی تھا۔ امریکہ اور اسرائیل اس جنگ میں ممکنہ طور پر کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ اسرائیل، ایران کے علاوہ لبنان کے ساتھ بھی برسرپیکار ہے۔ تہران لبنان کو بھی مذاکرات کا حصہ بنانا چاہتا ہے، اس لیے لبنان و اسرائیل کی جنگ بندی پر بھی بات چیت جاری ہے۔ ایران اور امریکہ کے درمیان جنگ بندی مذاکرات ختم نہیں ہوئے، بلکہ بار بار ملتوی ہونے کے باوجود بھی ہو رہے ہیں۔ عارضی جنگ بندی ہو چکی ہے، مگر جنگ بندی ہونے کے باوجود بھی اسرائیل نے لبنان پر حملہ کر دیا ہے۔ لبنان کی قومی خبر رساں ایجنسی کے مطابق، لبنان میں اسرائیل نے ڈرون حملے کے ذریعے زیفتا کفروہ سڑک پر لبنان کئی دہائیوں سے اسرائیل کے ساتھ حالت جنگ میں ہے۔ لبنان کی معاشی اور دفاعی صورتحال بہت ہی کمزور ہے۔ ۱۹۸۲ میں بھی اسرائیل نے لبنان پر حملہ کر دیا تھا اور اب دوبارہ حملہ کر دیا گیا ہے۔ جنگ کی وجہ سے بہت سے افراد جاں بحق ہو چکے ہیں اور بے شمار زخمی ہوئے ہیں۔ بے گھر ہونے والے افراد کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے۔ مارچ ۲۰۲۶ سے لے کر اب تک لبنان میں کشیدگی اور جنگ کے نتیجے میں مجموعی ہلاکتوں کی تعداد ۳۴۰۰ سے بڑھ چکی ہے۔ خوراک کی بھی قلت پیدا ہو چکی ہے۔ جنگ کی وجہ سے ۱۲ لاکھ ۴۰ ہزار افراد کو شدید مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ خوراک کے علاوہ دیگر مشکلات بھی پیش آ رہی ہیں۔ مکمل جنگ بندی کی صورت میں شہریوں کی بحالی ایک مشکل مرحلہ ہو گا۔ لبنانی حکومت کی طرف سے اعتراف کیا گیا ہے کہ ہمارے پاس اتنے فنڈز نہیں کہ تباہ ہونے والوں کے گھروں کو تعمیر کر سکیں۔ دیگر مسائل بھی ہیں، جن کی وجہ سے لبنان کو سنبھلنے میں بہت وقت لگے گا۔ ابھی بھی یقین کرنا مشکل ہے کہ لبنان اور اسرائیل کے درمیان جنگ کا خاتمہ ہو جائے، ممکن ہے کچھ عرصے کے بعد دوبارہ جنگ شروع ہو جائے. ماضی میں بھی اس قسم کے کئی معاہدے ہوئے ہیں، جو کہ ناپائیدار ثابت ہوئے ہیں۔ اسرائیل حزب اللہ کا بھی خاتمہ چاہتا ہے۔ حزب اللہ لبنان کی ایک طاقتور سیاسی اور عسکری تنظیم ہے۔ اس کے پاس تعلیمی اور فلاحی ادارے بھی ہیں۔ حماس کی طرح حزب اللہ کا خاتمہ بھی اسرائیل کی اولین ترجیحات میں شامل ہے۔ ممکن ہے کہ اسرائیلی حکومت کی طرف سے مطالبہ ہو جائے کہ حزب اللہ کو تمام معاملات سے علیحدہ کر دیا جائے۔ بہرحال جنگ بندی کے بارے میں بھی بات چیت ہو رہی ہے، بائیس جون کو کچھ معاملات واضح ہو جائیں گے۔

اسرائیلی حملے کی وجہ سے امریکی اور ایران کے مذاکرات بھی متاثر ہونے کا خدشہ ہے۔ تہران کی طرف سے وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اسرائیل کی وعدہ خلافی ناقابل قبول ہے۔ ایرانی حکام کے مطابق جب تک اسرائیل جنگی کاروائیاں روک کر معاہدے کا احترام نہیں کرتا، ایران ثالثوں کے ذریعے کسی بھی قسم کی بات چیت یا پیغامات کے عمل کو آگے نہیں بڑھائے گا۔ اسرائیل کی عہد شکنیاں جنگ بندی کے عمل کو متاثر کر سکتی ہیں۔ اگر اسرائیل جنگ بندی معاہدے پر عمل نہیں کرے گا تو ایران سمجھ سکتا ہے کہ امریکہ اسرائیل پر اثر و رسوخ کو استعمال نہیں کر رہا، جس سے مذاکرات کا ماحول خراب ہو سکتا ہے۔ لبنان میں بڑھتی کشیدگی سے جوہری پروگرام، پابندیاں اور علاقائی سلامتی پر بات چیت تاخیر کا شکار ہو سکتی ہے۔ کسی معاہدے کے بغیر جنگ بندی امریکہ کے لیے شرمندگی کا باعث ہو گی۔ امریکی صدر ایران جنگ سے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں، اسرائیل کا عمل ان کوششوں کو نقصان پہنچا دے گا۔ ایرانی حکومت کی طرف سے لبنان پر حملے نہ روکنے کی صورت میں اسرائیل پر حملے کرنے کی دھمکی بھی دی گئی ہے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ بھی اسرائیلی حملوں کو پسند نہیں کر رہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ کا مقصد یہ ہے کہ ایران کے پاس جوہری توانائی فوجی کاروائی کے لیے موجود نہ رہے۔ اب اگر معاہدہ مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوتا تو امریکہ مجبوراً دوبارہ جنگ شروع کر دے گا۔ اس لیے توقع ہے کہ اسرائیل حملوں کو روک دے گا۔ ویسے نیتن یاہو یہی چاہتا ہے کہ جنگ چھڑی رہے تاکہ اس کے مقاصد پورے ہو سکیں۔ اس کے مقاصد میں گریٹر اسرائیل کا قیام ہے۔ امید کی جانی چاہیے کہ مشرق وسطی میں امن کے لیے جنگ بندی ہو جائے گی۔ یہ جنگ صرف مشرق وسطی کے لیے نقصان دہ نہیں بلکہ اس کے اثرات پوری دنیا پر پڑیں گے۔ جنگ کی وجہ سے تیل اور دیگر اشیاء کی قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ بہتر یہی ہے کہ مشرق وسطی میں امن لانے کی کوششیں کی جائیں۔

٭ مدارس کی کھوئی ہوئی روح ٭

ابو الخالد محمد اظہر الدین علیمی
پرنسپل دارالعلوم حسینیہ نظامیہ رضا نگر بھٹنڈی جموں (جموں و کشمیر)

دینی مدارس...

وہ مقدس قلعے جہاں کبھی اخلاص کی خوشبو ہوا میں گھلی ہوتی تھی... جہاں کبھی پھٹے ہوئے کپڑوں میں ملبوس طالبِ علم، راتوں کو چراغ کی مدھم روشنی میں بیٹھ کر قرآن و حدیث کے موتی چنا کرتے تھے... جہاں استاد، شاگرد کے لباس کو نہیں بلکہ اس کے دل کے نور کو دیکھتا تھا... جہاں "تقویٰ" اصل زینت تھا اور "اخلاص" اصل حسن...

مگر افسوس!

آج بہت سے مدارس میں حالات بدلتے جا رہے ہیں۔ تعلیم کا معیار پیچھے رہ گیا، اور ظاہری چمک دمک آگے بڑھ گئی۔ اب نگاہیں کتابوں پر کم اور لباسوں پر زیادہ ٹکنے لگی ہیں۔ اب فکر یہ نہیں کہ بچے کے دل میں علم کی روشنی کتنی داخل ہوئی، بلکہ فکر یہ ہے کہ اس کے کپڑے کتنے استری شدہ ہیں، جوتے کتنے چمکدار ہیں، اور ویڈیو میں وہ کیسا دکھائی دیتا ہے۔ آج بعض جگہوں پر طالبِ علم "علم کا متلاشی" کم اور "نمائش کا سامان" زیادہ بنتا جا رہا ہے۔ وہ بچہ جو تہجد کے آنسوؤں سے امت کا درد سیکھنے آیا تھا، اسے اب کیمرے کے سامنے سیدھا کھڑا ہونا سکھایا جا رہا ہے۔ اس کی زبان میں قرآن کی تاثیر پیدا کرنے کے بجائے، اس کی ٹوپی کا زاویہ درست کیا جا رہا ہے۔ اس کی سوچ سنوارنے کے بجائے، اس کی ظاہری شکل سنواری جا رہی ہے۔

یہ کیسا المیہ ہے...؟

آج بعض مدارس میں ویڈیو بنانے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔

کسی کو بچے کی تجوید سے دلچسپی نہیں،
کسی کو اس کے اخلاق سے سروکار نہیں،
کسی کو اس بات کی فکر نہیں کہ وہ رات کو سبق یاد کر کے سوتا بھی ہے یا نہیں...

بس فکر یہ ہے کہ ویڈیو اچھی آنی چاہیے، تصویر خوبصورت لگنی چاہیے، مدرسہ "ماڈرن" نظر آنا چاہیے۔

حالانکہ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کی عظیم شخصیات ظاہری ٹھاٹھ باٹھ سے نہیں، بلکہ علم، اخلاص اور قربانی سے پیدا ہوئیں۔

اما ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس دنیا کی چمک نہیں تھی، مگر علم کا ایسا سمندر تھا کہ قیامت تک لوگ سیراب ہوں گے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شہرت کی ویڈیوز نہیں بنائیں، بلکہ راتوں کی نیند قربان کر کے حدیث کے چراغ روشن کیے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کپڑوں کی نمائش نہیں کی، بلکہ امت کی اصلاح کی فکر کی۔

مگر آج... بعض جگہوں پر مدرسہ ایک "اسٹیج" بنتا جا رہا ہے۔ جہاں اصل مقصد تعلیم نہیں بلکہ تاثر رہ گیا ہے۔ بچے کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوا یا نہیں؟

اس کے اخلاق سنورے یا نہیں؟ اسے نماز سے محبت ہوئی یا نہیں؟
اس نے والدین کی خدمت سیکھی یا نہیں؟
اسے امت کا درد ملا یا نہیں؟

ان سوالوں سے زیادہ اہم یہ بن گیا ہے کہ "بچہ ویڈیو میں کیسا لگ رہا ہے؟"

کتنا دردناک منظر ہے کہ ایک طالبِ علم اندر سے ٹوٹا ہوا ہے، اسے سبق یاد نہیں، اس کے دل میں خوف، احساسِ محرومی اور دباؤ بھرا ہوا ہے... لیکن باہر سے اس کی ٹوپی سیدھی ہے، لباس صاف ہے، اور کیمرے کے سامنے مسکراہٹ موجود ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی بوسیدہ عمارت پر خوبصورت رنگ کر دیا جائے،

مگر اندر سے بنیادیں کھوکھلی ہوں۔

مدارس کی اصل پہچان عمارتیں نہیں تھیں...

بلکہ وہ آنسو تھے جو سحر کے وقت اللہ کے حضور بہتے تھے۔ اصل حسن وہ سادگی تھی جس میں اخلاص چھپا ہوتا تھا۔ اصل خوبصورتی وہ بچے تھے جن کے چہروں پر دنیا کی چمک نہیں بلکہ عبادت کا نور ہوتا تھا۔

یاد رکھیے!

صرف صاف لباس اور خوبصورت ویڈیو کسی مدرسے کی کامیابی کی دلیل نہیں۔

اصل کامیابی یہ ہے کہ وہاں سے نکلنے والا طالبِ علم امت کا درد رکھنے والا ہو...
نماز کا پابند ہو...
سنت کا عاشق ہو... اخلاق کا پیکر ہو...
اور اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ اگر بچے کے دل سے اخلاص نکل گیا، اور اس کی جگہ دکھاوا آ گیا، تو چاہے عمارتیں کتنی ہی عالی شان ہوں، چاہے ویڈیوز کتنی ہی خوبصورت ہوں، چاہے لباس کتنے ہی قیمتی ہوں... وہ ادارہ روح سے خالی ہو جاتا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مدارس دوبارہ اپنی اصل کی طرف لوٹیں۔

وہی سادگی... وہی اخلاص... وہی علم کا شوق...
وہی اساتذہ کا درد... وہی طلبہ کی محنت...

ضرورت اس بات کی ہے کہ استاد بچے کے لباس سے زیادہ اس کے دل کو دیکھے۔
اس کی شکل سے زیادہ اس کی سوچ سنوارے۔
اس کی ویڈیو سے زیادہ اس کی آخرت کی فکر کرے۔ مدرسہ اگر صرف "دکھانے" کی جگہ بن گیا، تو پھر علم کی روح آہستہ آہستہ ختم ہو جائے گی۔ اور جب علم کی روح ختم ہو جاتی ہے، تو الفاظ باقی رہ جاتے ہیں مگر اثر ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مدارس کی حفاظت فرمائے، انہیں اخلاص، علم، تقویٰ اور عمل کا حقیقی مرکز بنائے،
اور ہمیں ظاہری نمائش کے فتنے سے بچائے۔
آمین۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

شاستر سے شستر

علم کی قیادت میں طاقت کا استعمال

انسانی زندگی میں دو قوتیں ہمیشہ سے بنیادی اہمیت رکھتی ہیں: شاستر اور شستر۔ شاستر سے مراد علم، حکمت، اخلاق، تربیت اور بصیرت ہے، جبکہ شستر سے مراد طاقت، قوت، اختیار اور عمل کی صلاحیت ہے۔
سوال یہ نہیں کہ ان دونوں میں کون زیادہ اہم ہے، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ ان دونوں کا باہمی تعلق کیا ہونا چاہیے۔ تاریخ، فلسفہ، مذہب اور انسانی تجربہ سب ایک ہی جواب دیتے ہیں: پہلے شاستر، پھر شستر۔
علم کے بغیر طاقت ایسی تلوار ہے جسے چلانے والا یہ نہیں جانتا کہ اسے کس مقصد کے لیے استعمال کرنا ہے۔ ایک طاقتور شخص اگر شعور اور اخلاق سے محروم ہو تو اس کی طاقت دوسروں کے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔
اس کے برعکس ایک صاحبِ علم انسان طاقت کو انصاف، خدمت اور تعمیر کے لیے استعمال کرتا ہے۔
ایک ڈاکٹر کے ہاتھ میں نشتر بھی ہے اور ایک قاتل کے ہاتھ میں چاقو بھی۔ دونوں دھات کے بنے ہوئے آلات ہیں، مگر فرق علم اور مقصد کا ہے۔ ڈاکٹر کا علم زندگی بچاتا ہے جبکہ جاہل ہاتھ زندگی چھین لیتا ہے۔ یہی شاستر اور شستر کا فرق ہے۔
گھر کی مثال لیجیے۔ والدین کے پاس اولاد پر اختیار ہوتا ہے۔ اگر اس اختیار کے ساتھ حکمت، محبت اور تربیت ہو تو بچے بہترین انسان بنتے ہیں۔ لیکن اگر صرف طاقت اور سختی ہو تو دلوں میں دوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی لیے کامیاب خاندان وہ ہوتے ہیں جہاں اختیار سے پہلے تربیت اور حکمت موجود ہو۔

تعلیم کے میدان میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ ایک طالب علم کا اصل سرمایہ اس کی ڈگری نہیں بلکہ اس کا شعور، کردار اور فہم ہوتا ہے۔ ڈگری شستر کی مانند ایک ذریعہ ہے، جبکہ علم و کردار شاستر ہیں جو اس ذریعے کو صحیح سمت دیتے ہیں۔
قوموں کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں نے علم کو ترجیح دی، وہ دنیا کی رہنمائی کرنے لگیں۔ جنہوں نے صرف طاقت پر بھروسہ کیا، وہ وقتی طور پر تو غالب رہیں مگر زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکیں۔ عظیم تہذیبیں فوجوں سے نہیں بلکہ درسگاہوں، کتابوں، مفکرین اور معلمین سے جنم لیتی ہیں۔ فوج سرحدوں کی حفاظت کرتی ہے، مگر علم قوم کی روح کی حفاظت کرتا ہے۔
کاروبار میں سرمایہ اور وسائل اہم ہیں، لیکن ان سے زیادہ اہم منصوبہ بندی، تجربہ اور بصیرت ہے۔ ایک سمجھدار تاجر محدود وسائل کے باوجود کامیاب ہو سکتا ہے، جبکہ بے شمار وسائل رکھنے والا شخص غلط فیصلوں کی وجہ سے ناکام ہو سکتا ہے۔ یہاں بھی شاستر شستر کی رہنمائی کرتا ہے۔
روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو انسان کی سب سے بڑی جنگ دوسروں کے خلاف نہیں بلکہ اپنے نفس، غرور اور خواہشات کے خلاف ہوتی ہے۔ جو شخص اپنے اندر کے انتشار پر قابو پا لیتا ہے وہ حقیقی معنوں میں طاقتور بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ دانش نے ہمیشہ باطنی تربیت کو ظاہری قوت پر مقدم رکھا ہے۔
آج کے دور میں جب ٹیکنالوجی، سرمایہ اور سیاسی طاقت بے مثال حد تک بڑھ چکی ہے،

مصنوعی ذہانت، ایٹمی طاقت، سوشل میڈیا اور جدید ذرائع ابلاغ انسانیت کے لیے عظیم نعمت بن سکتے ہیں، لیکن اگر ان کی رہنمائی حکمت اور اخلاق نہ کریں تو یہی طاقتیں بڑے مسائل پیدا کر سکتی ہیں۔
مختصراً، شاستر اور شستر ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ ایک دوسرے کے تکملہ ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قیادت کس کے ہاتھ میں ہونی چاہیے۔ جب علم طاقت کی رہنمائی کرتا ہے تو عدل، امن اور ترقی پیدا ہوتی ہے، اور جب طاقت علم سے آزاد ہو جاتی ہے تو فساد جنم لیتا ہے۔
اسی لیے کامیاب زندگی، مضبوط معاشرے اور عظیم قوموں کا سنہری اصول ہمیشہ یہی رہا ہے:
"شاستر رہبر ہو اور شستر محافظ۔"
پہلے شعور پیدا کیجیے، پھر طاقت حاصل کیجیے؛ پہلے علم سیکھیے، پھر اختیار استعمال کیجیے؛ پہلے انسان بنیے، پھر طاقتور بنیے۔ یہی شاستر سے شستر کا حقیقی مفہوم ہے اور یہی ایک مہذب اور پائیدار مستقبل کی بنیاد ہے۔

بختیار برکاتی
مہرولی نئی دہلی ہند

سرکار کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے دل کو ادب سکھالو*

خامہ بکف محمد یالن پوری

* میں نہ جاؤں گا کہیں بھی درِ نبی کا چھوڑ کر *
* مجھ کو کوئے مصطفی کی چاکری اچھی لگی *

مدینہ عشقِ محمدی کی تفسیر ہے۔ مدینہ ایسی بستی ہے جہاں آسمان نے ادب سیکھا، زمین نے شرف پایا، وقت نے تقدس اوڑھا اور انسانیت نے اپنی کھوئی ہوئی منزل پائی۔ دنیا میں بہت سے شہر ہیں جنہیں تاریخ نے عظمت بخشی ہے لیکن مدینہ وہ واحد شہر ہے جسے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نے وہ رفعت عطا کی کہ قیامت تک کوئی نسبت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی حقیقت یہ ہے کہ مدینہ کی زیارت ایک کیفیت ہے اور دل کی صدیوں پرانی پیاس کا جواب ہے۔ جس دل میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہو وہ مدینہ کا نام سنتے ہی بے قرار ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں سبز گنبد کے خواب جاگ اٹھتے ہیں، اس کی روح گلیوں کی خاک کو چومنے کے لئے مچلنے لگتی ہے اور اس کے دل میں یہ آرزو انگڑائیاں لینے لگتی ہے کہ کاش ایک لمحہ ایسا آئے جب وہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں حاضر ہو کر اپنی عقیدت اور اپنے گناہوں کا بوجھ آنسوؤں میں بہا سکے----------
مدینہ جانے والا اگر یہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک عام شہر کی طرف جا رہا ہے تو اس نے ابھی مدینہ کو پہچانا ہی نہیں ہے۔ مدینہ کی طرف اٹھنے والا ہر قدم بارگاہِ رسالت کی طرف بڑھتا ہوا قدم ہے اس لئے اہلِ محبت نے لکھا ہے کہ جب مدینہ کا سفر شروع ہو تو زبان درود شریف سے تر رہے، دل محبت سے معمور رہے، نگاہیں ادب کے حصار میں قید رہیں۔ عاشق کے لئے یہی زیبا ہے کہ وہ راستے بھر اپنے محبوب کا ذکر کرے۔ اگر دل میں وہ کیفیت خود بخود پیدا نہ ہو تو بھی اسے پیدا کرنے کی کوشش کرے کیوں کہ محبت کی راہوں میں تکلف بھی

کبھی کبھی اخلاص کی منزل تک پہنچا دیتا ہے--
جب مدینہ کی سرحدیں قریب آنے لگیں، جب اس کے درخت دکھائی دینے لگیں، جب فضائیں بدلنے لگیں اور جب دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں تو یہ سمجھ لینا کہ محبوب کا شہر قریب آگیا ہے۔ اس وقت ایک مؤمن کا دل خوف و رجاء اور محبت و ندامت کے عجیب امتزاج میں ڈوب جاتا ہے۔ اسے اپنے گناہ یاد آتے ہیں اور ساتھ ہی یہ احساس بھی جاگتا ہے کہ وہ اس دروازے پر پہنچنے والا ہے جہاں سے کبھی کوئی سائل خالی نہیں لوٹا----------
سبز گنبد پر پہلی نظر زندگی کا وہ لمحہ ہوتا ہے جسے الفاظ کبھی پوری طرح بیان نہیں کر سکتے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو اس منظر کو دیکھ کر بے اختیار رو پڑتے ہیں، کتنے ہی ہیں جو سجدۂ شکر میں گر جاتے ہیں اور کتنے ہی ہیں جو زبان سے کچھ کہنے کے بجائے آنکھوں کو بولنے دیتے ہیں۔ آخر یہ وہی گنبد تو ہے جس کے نیچے وہ محسنِ اعظم آرام فرما ہیں جن کے بغیر نہ ایمان مکمل ہے اور نہ ہی نجات کی کوئی امید باقی رہتی ہے-----
مسجد نبوی میں داخل ہوتے وقت انسان کو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اس مقام میں داخل ہو رہا ہے جہاں فرشتوں کی آمد و رفت رہی ہے، وحی

نازل ہوئی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ایمان کے چراغ روشن کئے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے آنسو بہائے ہیں۔ اس لئے وہاں ہر قدم اور ہر نگاہ جھکی ہوئی ہونی چاہئے اور ہر حرکت وقار سے مزین ہونی چاہئے----------
پھر وہ گھڑی آتی ہے جب بندہ روضۂ اقدس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے دنیا کی تمام عظمتیں اس لمحے ماند پڑ جاتی ہیں۔ انسان اپنے آپ کو انتہائی حقیر محسوس کرتا ہے۔ زبان سلام پڑھتی ہے تو دل اپنے دکھڑے سناتا ہے۔ ہونٹ درود بھیجتے ہیں اور آنکھیں معافی مانگتی ہیں۔ وہاں پہنچ کر یہ احساس شدت سے جاگتا ہے کہ جس ہستی کے سامنے آج ہم کھڑے ہیں اسی نے ہماری ہدایت کے لئے طائف کے پتھر سہے ہیں، احد کے زخم برداشت کئے ہیں، راتوں کو امت کے لئے دعائیں کیں ہیں اور اپنی آخری سانسوں تک اُمتی، اُمتی پکارتے رہے ہیں۔
زیارت کا تقاضا سلام پیش کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے باطن کو بھی بدلنا ہے۔ اگر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے بعد بھی دل ویسا ہی رہے جیسا پہلے تھا، اگر گناہوں سے نفرت پیدا نہ ہو، اگر سنت سے محبت نہ بڑھے، اگر نمازوں میں خشوع پیدا نہ ہو اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ مضبوط نہ ہو تو انسان کو اپنے حال پر غور کرنا چاہئے۔ مدینہ کا اصل تحفہ زندگی کی تبدیلی ہے پھر جب زائر جنت البقیع کی طرف جاتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ گویا تاریخ اس کے سامنے زندہ کھڑی ہے۔ یہاں صحابہ کرام آرام فرما ہیں، یہاں اہل بیت کے نقوش ہیں، یہاں وہ نفوس سو رہے ہیں جنہوں نے اسلام کی

آبیاری اپنے خون اور اپنی قربانیوں سے کی ہے۔ ان قبروں کے درمیان کھڑا ہو کر انسان کو اپنی فنا یاد آتی ہے، دنیا کی بے ثباتی یاد آتی ہے، آخرت کی تیاری کا جذبہ تازہ ہو جاتا ہے----------
مدینہ کا ادب یہی ہے کہ وہاں وقت ضائع نہ کیا جائے، دنیاوی مشاغل میں دل نہ لگایا جائے، بازاروں سے زیادہ مسجد نبوی کو آباد رکھا جائے، گفتگو سے زیادہ درود شریف کو اختیار کیا جائے اور سیاحت سے زیادہ عبادت کو اہمیت دی جائے۔ مدینہ میں رہتے ہوئے ہر لمحہ یہ احساس زندہ رہنا چاہئے کہ یہ وہی شہر ہے جس کی گلیوں میں کبھی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے تھے، یہ وہی زمین ہے جسے آپ کے قدموں نے بوسہ دیا ہے اور یہ وہی فضائیں ہیں جن میں آپ کی مبارک آواز گونجی تھی---------
کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں بار بار مدینہ کی حاضری نصیب ہوتی ہے اور کتنے محروم ہیں وہ دل جو اس آرزو سے خالی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں ایک طرف اور مدینہ کی ایک حاضری ایک طرف۔ جسے ایک بار بھی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہونے کی سعادت مل جائے وہ جانتا ہے کہ زمین پر جنت کی خوشبو کہاں محسوس ہوتی ہے
اللہ تعالیٰ ہمیں ادب کے ساتھ مدینہ منورہ کی حاضری نصیب فرمائے، ہمارے دلوں میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ زندہ رکھے، روضۂ اقدس کے سامنے بار بار سلام پیش کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور قیامت کے دن اسی دربارِ رحمت سے شفاعتِ کبریٰ نصیب فرمائے۔ آمین----------

ہر سال کی طرح امسال بھی ہوئی قربانی!!

(قربانی اور رب کی مہربانی)

تحریر: جاوید بھارتی

یوں تو عید الاضحیٰ سے قبل قربانی سے متعلق بے شمار مضامین نظر سے گزرے کسی نے سرخی لگائی کہ فلسفہ قربانی، قربانی کی اہمیت، قربانی سنت ابراہیمی کی یادگار، قربانی خلوص اور محبت، قربانی ضروری ہے ریاکاری نہیں، ہماری قربانیاں روحانیت سے خالی کیوں۔ قربانی جذبہ ایثار و محبت کا نام ہے وغیرہ وغیرہ-
یقیناً قربانی ایک ایسا فلسفہ ہے جس سے ایمان میں تازگی آتی ہے، اللہ کی ذات پر بھروسہ مضبوط ہوتا ہے اور اللہ و بندے کے درمیان رشتہ بھی مضبوط ہوتا ہے،، قربانی کرنے والے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ قربانی کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کی قربانی کو یاد کرے ایک باپ اپنے بیٹے کو راہ خدا میں ذبح کر رہا ہے وہ بھی اس بیٹے کو جو ۸۰ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا،، ذرا آج کے ماحول پر نظر ڈالیں شادی ہونے کے پانچ سال بعد تک اولاد نہیں ہوتی ہے تو رشتہ دار، دوست واحباب، اعزہ واقارب طعنہ مارنا شروع کر دیتے ہیں، ایک عورت کو سسرال میں گری نگاہ سے دیکھا جانے لگتا ہے،، بالآخر وہ آدمی اولاد کے لئے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، حکیم کے پاس جاتا ہے، مساجد میں دعا کراتا ہے، اولیاء کرام کے آستانوں پر جاتا ہے۔ جھاڑ و پھونک کراتا ہے، اصلی و نقلی پیروں اور عاملوں و روٹی توڑ فقیروں کی چوکھٹ پر جاتا ہے یعنی کہ مختلف مراحل سے گزرتا ہے-
حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ دعا کرتے رہے رب ھبلی من الصالحین کی صدا لگاتے رہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۸۰ سال ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواہش پوری کی یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کتنی محبت رہی ہوگی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے خواب

دکھایا کہ اے ابراہیم اپنی سب سے محبوب چیز کو میری راہ میں قربان کرو تو ابراہیم علیہ السلام نے سو اونٹ راہ خدا میں قربان کیا پھر خواب دیکھا پھر قربان کیا، پھر خواب دیکھا پھر قربان کیا،، بار بار اونٹوں کی قربانی کے باوجود بھی خواب دیکھتے رہے تو غور کیا کہ اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ اپنی سب سے محبوب چیز کو قربان کرو اس کا مطلب کہ اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی قربانی مانگ رہا ہے اس لئے کہ میری سب سے محبوب چیز میرا بیٹا ہی تو ہے-
اب ایک باپ اپنے بیٹے سے خواب کا ذکر کر رہا ہے یعنی ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے خواب کا ذکر کرتے ہیں تو اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ ابو جان آپ اپنا خواب پورا کر گزریئے آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے،، باپ اور بیٹے دونوں اللہ کے نبی ہیں اور باپ بیٹے کی گفتگو اور کارنامے کو قرآن نے ریکارڈ کر لیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قربانی کو حج کے ارکان میں شامل کر دیا یہ فلسفہ اور مقام ہے قربانی کا-
ذی الحجہ کا مہینہ قربانی کا مہینہ ہے قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مالک نصاب ہوتے ہوئے بھی قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ سے دور رہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ یہ قربانی کیا ہے تو نبی پاک ارشاد فرمایا کہ قربانی تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے قران میں بھی یہ ایت موجود ہے فصل لربک وانحر یعنی نماز پڑھو اور اپنے رب کے لیے قربانی کرو اب اس سے قربانی کی اہمیت کا اندازہ لگایا

جاسکتا ہے بعد میں لوگ تبصرہ کرتے ہیں کہ یہ تو سنت ابراہیمی ہے تو امت محمدیہ کے لیے کیوں ضروری ہے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اتنا کہا ہوتا کہ قربانی ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور آگے کچھ نہ فرمایا ہوتا تو کسی قدر ایسے سوالات کی گنجائش ہوتی لیکن سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف قربانی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت بتایا تو وہیں سنت پر عمل کرنے کا حکم بھی دیا اور خود نبی پاک نے قربانی کی تو یاد رکھیں یہ قربانی کا عمل ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے ساتھ ساتھ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہوگئی اور ہر وہ مسلمان جو مالک نصاب ہے تو اس کے لیے قربانی کرنا ضروری ہے-
یاد رکھنا چاہیے کہ قربانی میں ریاکاری کی گنجائش نہیں ہے عبادت کے معاملے میں تو ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنا خوش بختی کی بات ہے لیکن قربانی کے جانوروں کی خریداری پر سبقت کا معیار تفاخر ہے اور ایک دوسرے کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا ہے اور مقصد یہ ہے کہ میرا قربانی کا جانور تم سے زبردست ہے تم میرا مقابلہ کر ہی نہیں سکتے دیکھو پورا علاقہ میری تعریف کر رہا ہے اور میرے جانور کی تعریف کر رہا ہے تمہارے جانور کی تو بات ہی کوئی نہیں کرتا ہے ہر طرف میرا ہی تبصرہ ہے تو یاد رکھیں مہنگے سے مہنگا جانور خریدنے کے بعد بھی یہ تمہاری بدبختی ہے بس جانور خریدنا۔ کاٹنا اور کھانا،، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے-
ائمہ مساجد نے جمعہ میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اپ قربانی کریں لیکن تفاخر سے اور دکھاوے سے پوری طرح پرہیز کریں قربانی

کا جانور اچھا سے اچھا اپنی استطاعت کے مطابق ضرور خریدیں لیکن کسی کو نیچا دکھانے کے لیے اور اپنے نام و نمود کے لیے اپنی تعریف اور تبصرے کے لیے ہرگز نہ خریدیں ورنہ اپ کی قربانی اپ کے منہ پہ مار دی جائے گی بار بار یہ بات بتائی جاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالی کی بارگاہ میں ہڈیاں بوٹیاں اور جانور کا گوشت نہیں پہنچتا ہے بلکہ اپ کی نیت اپ کا اخلاص اپ کا تقوی اپ کا ارادہ یہی اللہ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو ضروری ہے کہ اپ کا ارادہ پاک ہو اپ کی نیت درست ہو اور اپ کا تقوی اللہ کے لیے ہو نہ کہ دنیا میں شہرت حاصل کرنے کے لیے-
عید الاضحی کا چاند نظر ایا اور ابھی بھی عید الاضحی کا ہی مہینہ چل رہا ہے لیکن اب قربانی کا وقت ختم ہو گیا ہم نے قربانیاں کیں اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئی یا نہیں یہ تو اللہ ہی جانتا ہے لیکن بظاہر قبولیت کی کوئی علامت نظر نہیں اتی ہر سال کی طرح امسال بھی قربانی کے جانور خریدے گئے پر چاروں پر سار میں کوئی کمی نہیں کی گئی اج جو ہمارا طرز عمل ہے اس سے تو یہ نہیں لگتا کہ یہ قربانی ہم اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے کر رہے ہیں قربانی کے گوشت کو یقینا قربانی کرنے والا کھا سکتا ہے لیکن وقت کا تقاضا اور مناسب تو یہی ہے قربانی کے گوشت کو پڑوسیوں میں رشتہ داروں میں دوست احباب میں ضرور تقسیم کیا جائے لیکن افسوس کی بات یہ ہے اور تلخ بھی ہے کہ دن بدن قربانی کے گوشت کو تقسیم کرنے کے معاملے میں مسلمان بہت پیچھے ہوتا جا رہا ہے بلکہ فریجر خرید کر قربانی کے گوشت کو ذخیرہ اندوزی کرنے میں سبقت لیتا جا رہا ہے اور

اپنے تعلقات کے لوگوں سے پوچھتا ہے کیا تمہارے پاس قربانی تھی کہ نہیں یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تمہیں خود قربانی کا گوشت تقسیم نہیں کرنا ہے تو پھر کسی سے قربانی سے متعلق پوچھنے کا تمہیں کہاں سے حق حاصل ہے سچائی تو یہی ہے کہ جب تم قربانی کے گوشت کو اپنے رشتہ داروں دوست احباب عزیز و اقارب میں تقسیم نہیں کر سکتے تو تمہیں ان سے قربانی سے متعلق پوچھنا بھی نہیں چاہیے کہ ان کے پاس قربانی کے لیے جانور خرید اگیا تھا یا نہیں-
یہ بھی سچائی ہے کہ اج کے اس دور میں ہمیں اپنے من مطابق اور اپنے مفاد کے مطابق روایات چاہیے اور واقعات چاہیے روایات میں یہ تو مل گیا کہ قربانی کے گوشت کو اپ پوری سال کھا سکتے ہیں تو اس پر عمل درامد شروع ہو گیا لیکن جس کا یہ فرمان ہے اسی نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ تمہارا پڑوسی بھوکا سو جائے اور تم پیٹ بھر کر شکم سیر ہو کر سو جاؤ تو تم مومن نہیں، یہ ہمیں معلوم ہے کہ دعوت کھانا سنت ہے پر یہ نہیں معلوم کہ کسی کے وہاں دعوت کھانے جاؤ تو اپنے گھر سے خود پہلے تھوڑا بہت کھا کر جاؤ تاکہ جس کے دروازے پر دعوت کھانے جا رہے ہو تو تمہاری ادھی روٹی کم کھانے کی وجہ سے اس کی عزت بچ جاتی ہے تو یہ تمہارے لیے بڑی ہی خوش قسمتی کی بات ہوگی اور تمہارے اس طریقے سے اللہ اور رسول راضی بھی ہوں گے، مہمان جس گھر میں اتے ہیں تو اس گھر میں اللہ کی برکت نازل ہوتی ہے یہ تو ہمیں معلوم ہے لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جب تم کسی کے وہاں مہمان بن کر جاؤ تو خالی ہاتھ ہرگز نہ جایا کرو،، اس

بات پر بھی تو عمل ہونا چاہیے، بہر حال ہر سال کی طرح امسال بھی قربانی ہوئی لیکن اس قربانی کے تناظر میں بھی دیکھا جائے تو بڑی تیزی کے ساتھ مسلمانوں کے اندر خود غرضی داخل ہوتی جا رہی ہے اخوت وہ بھائی چارگی ختم ہوتی جا رہی ہے مروت اور محبت میں کمی اتی جا رہی ہے قربانی کے ایام میں بھی لوگ گوشت کھانے سے ترس جائیں جس قوم کے اندر قربانی رائج ہو اسی قوم کے لوگ قربانی کے ایام میں بھی گوشت کھانے سے محروم رہ جائیں تو یہ پوری قوم کے لیے بدنصیبی کی بات ہے-
قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے ان کی یادگار ہے ہمیں چاہیے کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے واقعات کو پڑھیں سنیں اور اس پر عمل کریں تو معلوم ہوگا کہ ابراہیم علیہ السلام دسترخوان پر کبھی بھی تنہا بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا کرتے تھے جب بھی وہ دسترخوان پر بیٹھتے تو ساتھ میں کوئی اور ضرور ہوتا ایک دن ایسا بھی موقع ایا کہ اپ دسترخوان پر بیٹھے تو ساتھ میں ایک ایسا شخص بیٹھا جو اللہ کے نام سے کھانا نہیں کھاتا تھا بلکہ وہ جب بھی کھانا کھاتا تو اگ کا نام لے

کر کھانا کھاتا تھا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بسم اللہ کہہ کر کھانا شروع کرو تو اس نے بسم النار کہہ کر کھانا شروع کیا تو ابراہیم علیہ السلام کو غصہ اگیا اور اسے دسترخوان سے اٹھا دیا تو اللہ کی طرف سے یہ حکم ایا کہ اے ابراہیم وہ ۷۰ سال سے میرا نام نہ لے کر بلکہ اگ کا نام لے کر کھانا کھا رہا ہے لیکن پھر بھی اس کو میں کھلا رہا ہوں اور تم ایک دن ایک وقت بھی برداشت نہیں کر سکے جاؤ اسے لوا کر اؤ اور اپنے دسترخوان پر بیٹھا کر اسے کھانا کھلاؤ ابراہیم علیہ السلام گئے اور اسے تلاش کیا پھر لے کر ائے اور دسترخوان پر بیٹھایا تو اس نے کہا کہ میں اللہ کا نام لے کر نہیں بلکہ میں اگ کا نام لے کر ہی کھانا کھاؤں گا کیونکہ میں اگ کی پوجا کرتا ہوں تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرے پروردگار کا حکم ہے کہ تم اسے یعنی تمہیں دسترخوان پر بیٹھا کر کھانا کھلاؤں اور میرے رب نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ میں اسے ۷۰ سال سے کھلا رہا ہوں جب کہ ان ۷۰ سال میں اس نے کبھی بھی میرا نام لے کر کھانا نہیں کھایا ہے اتنا سننا تھا کہ اس کے دل کی دنیا بدلنے لگی اور وہ غور و فکر میں ڈوب گیا اس کے بعد کہتا ہے کہ اے ابراہیم اب تو میں اس وقت کھانا کھاؤں گا جب اپ مجھے کلمہ پڑھا کر اپنے دین میں داخل کر لیں گے تو ابراہیم علیہ السلام نے اسے کلمہ پڑھایا اور وہ دین میں داخل ہو گیا پھر بسم اللہ کہہ کر کھانا کھایا اب اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے-

جاوید اختر بھارتی
سابق سکریٹری یوپی بنکر یونین
محمد آباد گوہنہ ضلع مئو یوپی

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز

شعبان ملت بیابانی سہروردی رضی اللہ عنہ

(ذکر جمیل قطب الاقطاب ثانی ابدال فاتح جھونسی سلطان الاولیاء شہنشاہ جھونسی مخدوم سلطان سید شاہ علی مرتضیٰ المعروف بہ شعبان ملت بیابانی سہروردی رضی اللہ عنہ)

اللہ تعالیٰ نے اس دنیائے فانی میں بے شمار صالحین اکرام کو خلق کی ہدایت کے لے مبعوث فرمایا اور وہ صالحین اکرام نے خالق حقیقی کے پیغام کو خوب عام کیا۔ انہیں صالحین میں ایک ذات حضور مخدوم شعبان ملت بیا بانی سہروردی کی بھی ہے جو ابدال زمانہ اور قطب وقت تھے انہیں کی مختصر حالات زندگی قلم بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب کو مخدوم علیہ الرحمہ کہ سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

(ولادت باسعادت)۔ مخدوم صاحب کی ولادت باسعادت ماہ شعبان ٦٦٠ ہجری کی عین شب برات کو سکھر بھکر کے متصل ایک گاؤں یوہلدی میں ہوئی اس وجہ سے آپ کا لقب شعبان ملت بیابانی پڑ گیا

(شجرہ نسب)۔ آپ کا شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے میر سید علی مرتضیٰ بن میر سید بدرالدین بن میر سید صدر الدین بن میر سید محمد مکی ملقب بہ سید جعفر ثانی بن میر سید محامد بن میر سید احمد میر سید امجد بن میر سید انور بن میر سید افضل جطیب بغدادی بن میر سید اکرم میر سید شریف بن میر سید اشرف بن میر سید عقیل بن میر سید اسماعیل بن میر سید علی اصغر بن میر سید امام جعفر ثانی بن امام علی نقی سے ہوتا ہوا یہ شجرہ اما حسین بن مولی علی سے جا مل جاتا ہے۔ اس طرح اپ کی نسبت حسنی حسنی بہاکری نجیب الطرفین سا دات سے ہوتی ہے (حوالہ رسالہ رومی)

(ہندوستان میں آمد اور مرتبہ ابدالیت پر فائز ہونا)

شاہ شعبان ملت والد گرامی سید بدر عالم کی ہمراہ ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں قیام پذیر ہوئے اس وقت حضرت شاہ شعبان ملت بہت کم سن تھے ایک روز والد محترم کے ہمراہ جنگل کی طرف سیر کو نکلے دیر تک جنگل میں گھومتے پھرتے اور مناظر قدرت کا مشاہدہ کرتے رہے سید شعبان تھک کر ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے چوں کہ بھوک و پیاس کا غلبہ تھا اس لیے کھجور کے درخت کو زور سے ہلایا یہ موسم پھل کا نہیں تھا لیکن خدا کی قدرت سے بہت سے کھجور زمین پر گر گئے اور شعبان ملت نے نوش فرمانا شروع کر دیا اسی درمیان والد گرامی شاہ بدر عالم آگئے صاحب زادے کو کھجور کھاتے دیکھ کر فرمایا بیٹا تم نے اس درخت کو بے موسم پھل دینے پر مجبور کر کے ظلم کیا اس لیے تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے یہ سن کر سید شعبان ملت رونے لگے اور والد سے عرض کیا مجھے بیعت فرما کر رخصت فرمائیے والد محترم نے فرمایا تمہارا حصہ میرے پاس نہیں ہے جاؤ دنیا میں سیر کرو اور اپنا

مرشد و مربی خود تلاش کرو شاہ شعبان نے رو رو کر تین بار والد محترم سے بیعت کی درخواست کی

مگر ہر بار یہی جواب ملا دنیا کی سیر کرو اور مرشد خود تلاش کرو۔ مایوس ہو کر عرض کی ابا حضور میں کم سن ہوں سیر و سیاحت کی طاقت نہیں یہ سن کر شفقت پدری نے جوش مارا اور فرمایا جاؤ میں نے تمہیں ابدال کا مرتبہ عطا کیا والد محترم سے یہ نعمت حاصل کرنے کے بعد حضرت خدمت اقدس میں سلام عرض کر کے حسب الارشاد سیر و سیاحت پر نکل پڑے اور مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے جہاں بھی کسی درویش و بزرگ کا پتا پاتے حاضر ہو کر اکتساب فیض کرتے اور مسئلہ توحید پر گفتگو فرماتے والد محترم نے علوم ظاہر و باطن سے نوازنے کے بعد تلاش مرشد کا حکم دیا تھا سفر کرتے کرتے۔ مصر جا پہونچے حسن اتفاق سے ایک مرد کامل حضرت سید شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین سے وہاں ملاقات ہوئی بذریعہ کشف آپ کو پتہ چلا کہ حضرت سید منہاج الدین حاجی الحرمین اپنی وقت کے ولی کامل اور مرتبہ غوثیت پر فائز ہیں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے حالات بیان کیے حالات سن کر سید منہاج الدین نے ان پر خصوصی کرم فرمایا اور ان کی تربیت فرمادی ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ (حوالہ تذکرہ اولیائے الہ آباد)

(چلہ کشی اور مرشد کی بارگاہ سے فیض یاب ہونا)

ایک دن شعبان ملت بیابانی نے چلہ کشی کی خواہش ظاہر کی اس پر سید منہاج الدین نے فرمایا زنانہ چلہ کرنا چاہتے ہو یا مردانہ شاہ شعبان ملت نے عرض کی حضور کیا مطلب آپ نے فرمایا زنانہ چلہ یہ کہ ۴۰ روز تک صرف لونگ کھا کر ایک گوشہ میں رہنا ہوگا مردانہ ۴۰ مہینے تک زمین کے اندر دفن ہو کر بے آب و دانہ رہنا پڑے گا آپ نے فرمایا مردانہ چلہ کی اجازت دیجیے یہ سن کر حضرت سید منہاج الدین اٹھے اور حکم دیا فلاں جگہ پر ایک گہری خندق کھودی جائے اور اس میں شعبان ملت کو بٹھا دیا جائے اور اس کا منہ اچھی طرح بند کر دیا جائے وہ ۴۰ ماہ تک بے آب و دانہ اس میں رہیں چناں چہ اس پر عمل کیا گیا جب ۴۰ مہینے پورے ہو گئے تو آپ نے انہیں باہر نکالنے کا حکم دیا نہایت احتیاط کے ساتھ انہیں نکالا گیا آپ کے جسم مبارک کا گوشت و چمڑا خاک ہو چکا تھا رگیں ہڈیوں کی ڈھانچہ پر تنی ہوئی تھیں اور ہر رگ سے اسم ذات الٰہی کے ذکر کی آواز آرہی تھی شاہ شعبان ملت پر اس درجہ محویت و استغراق کا غلبہ تھا کہ ان کو اس آواز کی کوئی خبر نہ تھی سید منہاج الدین کی ہدایت پر مناسب غذا آپ کو فراہم کیا گیا چھ ماہ کے بعد آپ کے جسم میں اتنی قوت پیدا ہو گئی کہ آپ بیٹھ کر نماز ادا کر سکے ایک سال گزرنے کے بعد حضرت سید منہاج الدین نے آپ کو مرید کیا اور خیر خواہ خلافت عطا کیا جس وقت آپ کو خلافت دی گئی یہ اکابر صوفیا اس مجلس میں موجود تھے سید نجم الدین سید علی ہمدانی حضرت سید احمد گیسو دراز حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت والد محترم حضرت سید احمد کبیر علیہم الرحمۃ والرضوان حضرت سید منہاج الدین نے سید شعبان ملتکو خانقاہ عالیہ سہروردیہ کی خلافت عطا فرمائی اور فرمایا کہ اب تم شیخ ہو گئے اس پر شاہ شعبان ملت نے عرض کیا حضور کیا شیخ کا درجہ سید سے افضل ہے حضرت نے جوابا فرمایا نسب کے اعتبار سے تو سید کا درجہ شیخ سے بہتر ہے لیکن راہ طریقت و معرفت میں شیخ کا درجہ ارفع و اعلیٰ ہے اس لیے کہ اصطلاح تصوف میں شیخ اس مرد کامل کو کہتے ہیں جو نفس کو زندہ و مردہ کرنے پر قادر ہو اس لیے فرمایا گیا شیخ یحییٰ و یمیت جس کا مفہوم یہ ہے کہ شیخ اپنی نفس کو مغلوب اور روح کو غالب کرتا ہے یہی اس کا زندہ کرنا اور مارنا ہے کہ جب کوئی سالک راہ معرفت و طریقت میں اس رتبہ پر فائض ہو جاتا ہے تو اس کو شیخ کہتے ہیں اس لیے کہ حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین سید عبد القادر جیلانی نجیب الطرفین سید ہونے کی باوجود شیخ کے لقب سے موسوم ہیں اس منزل کے حصول کے لیے سالکان طریقت امیروں کی صحبت ترک کر کے غریبوں مفلسوں کی صحبت اختیار فرمائی پھٹے پرانے میلے کپڑے پہنے پیوند در پیوند گدڑی زیب تن کیے بھوکے پیاسے رہنے کی عادت ڈالی اذیت پر صبر و تحمل کی مشق کے لیے نفلی روزوں کو اپنا معمور بنایا جو عجز و انکساری و غرباء نوازی خدمت خلق اور حسن اخلاق کو اپنی زندگی کا شعار بنایا بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا۔

(راجہ ہربونگ سے جنگ اور جھونسی فتح کرنا)

مخدوم صاحب جون پور سے ہوتے ہوئے جھونسی تشریف لائیں اس وقت جھونسی میں ایک راجہ رہتا تھا جو جھونسی میں اپنی تباہی سے بہت لوگوں کو پریشان کر رہا تھا ایک بادشاہ صاحب نے مخدوم صاحب سے عرض کیا حضور راجہ ہربونگ مجھ پر غالب آچکا ہے کئی بار جنگ کر چکا ہے مگر فتح نہ ملی مجھے امید ہے کہ اب آپ کے قدموں کی برکت سے مجھے فتح ملے گی آپ نے فرمایا میرے پیر کا حکم ہے کہ میں ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کرو اور ہربونگ پور میں قیام کروں چناں چہ راجہ ہربونگ پور آکر دریا کے کنارے قیام کیا آپ کے ہمراہ آپ کے خلفا و مریدین تھے جن کی تعداد ۴۰ ہزار تھی راجہ ہربونگ پور کو جب آپ کی اطلاع ملی تو اس نے کہلا بھیجا کہ یہاں آپ لوگوں کے ٹھرنے کے لیے جگہ نہیں آپ نے فرمایا میرے پیر کا حکم یہیں ٹھہرنے کا ہے میں یہاں سے ہرگز نہ جاؤں گا یہ سن کر راجہ غضب ناک ہو گیا بہت زبردست فوج لے کر آگیا اور طبل جنگ بجنے لگا اور فوج آکر حضرت مخدوم شاہ شعبان ملت کے سامنے کھڑے ہو گئے راجہ کی فوج نے حملہ کر دیا آپ نے عالم جلال میں فرمایا اقتل یا مریخ اتنا کہتے ہی اس کی فوجیوں کے سر کٹ کے گرنے لگے پوری فوج تباہ ہو گئی پھر نظر غضب سے راجہ کے قلعے کو فرمایا تو جڑ سے اکھڑ جا تا قیامت زمین پر پڑا رہے تین چکر کھا کر زمین پر الٹ کر ایک ٹیلی کی شکل میں تبدیل ہو گیا جو کفار مشرکین فوج میں شامل نہ تھیں یہ کرامت دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اس طرح آپ نے

اس آبادی کو فتح کر کے اپنے اس کا نام ہادی آباد رکھا

(نکاح فرمانا)

تمام خلفا نے بالاتفاق ایک دن عرض کیا کہ حضور نکاح فرمائیں تا کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی گوشہ تعمیل سے رہ نہ جائے آپ نے اپنی رضا کا اظہار فرمایا اور شہر جون پور میں جناب اڈھن صاحب کے گھر میں مخدوم صاحب کی شادی ہوئی اس کے بعد فضل الٰہی سے مخدوم صاحب کے دو فرزند پیدا ہوئے سب سے پہلے بیٹے سید شاہ عامر سہروردی تھے جو بہت شجاعت اور تلوار بازی میں مہارت رکھتے تھے جنگ کے دوران آپ شہید ہو کر وصال فرما گئے دوسرے صاحب زادے سید شاہ تقی الدین جو پیر کی دعا و بخشش کا نتیجہ تھے ساری نعمت وخلافت دوسرے صاحب زادے شاہ تقی الدین کو عطا فرمائی آپ مادر زاد ولی تھے بچپن سے ہی کرامت کا ظہور ہونے لگا تھا ایک دن چراغ ہند حضر مخدوم سید شاہ شعبان ملت کی بارگاہ میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے مخدوم شاہ شعبان ملت کی دست بوسی کی اسی دوران شاہ تقی الدین بھی حاضر ہو گئے جو حاجی چراغ ہند کی نظر آپ پر پڑی تو ادبا کھڑے ہو گئے کہ یا حضرت میں نے اس بیٹے کو کئی بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں دیکھا ہے اور اس طرح دیکھا کہ حضرت مخدوم شاہ تقی الدین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوئے مقدس پر سر رکھ کر لیٹے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کی قدم بوسی کی شاہ شعبان ملت نے فرمایا بے شک آپ صحیح کہتے ہیں میں نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ ہر صبح کو نماز فجر کعبہ شریف میں ادا کرتے ہیں میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں یہ لڑکا مجھ سے بہتر ہو گا اور آج بھی یہ کرامت ہے کہ سرکار مخدوم شعبان ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ سرکار شاہ تقی الدین کو لوگ جانتے ہیں اور اس کا نام مجھ سے زیادہ بلند ہو گا پہلے شاہ تقی الدین کو لوگ جانیں گے اس کے بعد مجھ سے واقف ہوں گے اور میری ساری نعمتیں و عظمتیں اور تقی الدین کے لیے ہیں شاہ تقی الدین سے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک عثمان الاکبر اور دوسرے کا نام ابو جعفر تھا

سید شاہ شعبان ملت کی وصیت اپنی اولاد کے لیے آپ نے فرمایا جو بھی فرزند شاہ تقی الدین کی نسل سے پیدا ہو گا سب سے پہلے فاتحہ حضرت علی عامر جو مخدوم صاحب کے بڑے صاحب زادے تھے ان کے نام پر حلوے پر کرائے اس کے بعد نو مولود بچے کو دودھ پلایا جائے حضرت مخدوم شاہ شعبان کو دو بیٹیاں بھی پیدا ہوئی اول صالحہ دوم حنیفہ بڑی بیٹی صالحہ کی شادی میر سید حقانی سے ہوئی جن سے سادات سید سراوان کے لوگ ہیں جن کی قبر اطہر سید سراوان میں ہے اور دوسرے بیٹے حنیفہ کی شادی سادات منوری کے یہاں حضرت سید منور سے ہوئے جن کی قبر منوری میں ہے

(شاہ شعبان ملت کی اخری آرام گاہ)

جھونسی شریف میں شاہ تقی الدین کے مزار کے پورب ایک اونچے ٹیلے پر واقع ہے اور مرجع عوام و خاص ہے اور آپ کا فیض جاری ہے آپ کا وصال ۱۰۰ سال کی عمر میں ۳ یا ۱۳ ذوالحجہ ٧٦٠ ہجری میں بروز پنجشنبہ ہوا (حوالہ مشائخ الہ آباد)

اللہ رب العزت نے آپ کی اولاد میں بے پناہ برکت عطا فرمائی ہے آج بھی جھونسی شریف و مخدوم پور اور بھانے م۔واس کے علاوہ اور بھی دیگر اطراف میں آپ کی اولاد آپ کے مشن کو عام کرنے کی کوشش میں لگی ہے

مولا کریم کی بارگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالی اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں ہم سب کو مخدوم سید شاہ شعبان ملت بیابانی رضی اللہ تعالی عنہ کی فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے مشن کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

خانوادہ حضرت شعبان ملت حافظ سید کاشف حسین جیلانی قادری سہروردی حبیبی

مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

اس مضمون کے حوالے سے ادارہ بری الذمہ ہے

قربانی اور اعتراضات کی حقیقت

از اشرف نواز قادری
جھاپا۔ نیپال

آج کل قربانی کے مسئلے کو لے کر سوشل میڈیا پلیٹ فارمز اور بعض قومی ٹی وی چینلز پر مختلف قسم کی بحثیں جاری ہیں۔ ان مباحث میں بعض غیر مسلم حضرات بلا جھجک یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان محض گوشت کھانے کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، ان کے دلوں میں رحم نہیں ہوتا اور وہ جانوروں پر ظلم کرتے ہیں، لہٰذا قربانی جیسا عمل نہیں ہونا چاہیے۔

لیکن ان اعتراضات کا جواب دینے سے قبل ضروری ہے کہ قربانی کی حقیقت کو سمجھا جائے۔

اسلامی ہجری مہینوں میں ماہِ ذی الحجہ ایک منفرد اور امتیازی حیثیت کا حامل ہے، کیونکہ اس مبارک مہینے میں دو عظیم عبادات ادا کی جاتی ہیں۔ پہلی عبادت فریضۂ حج ہے، جس کی نسبت سے اس مہینے کا نام "ذوالحجہ" (حج والا مہینہ) رکھا گیا ہے۔ دوسری عظیم عبادت قربانی ہے، جسے عربی زبان میں "تضحیہ"، "اُضحیہ" اور "قربان" کہا جاتا ہے، جبکہ انگریزی میں اسے (Sacrifice) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ قربانی درحقیقت خلیلُ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے ہونہار فرزند، ذبیحُ اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مشترکہ یادگار ہے۔ اگرچہ قربانی کا عمل ہر امت اور ہر آسمانی شریعت میں کسی نہ کسی صورت موجود رہا ہے، تاہم اس کی وسیع پیمانے پر ترویج و اشاعت نبیِ آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک دور میں ہوئی۔

رسولِ اکرم ﷺ نے نہ صرف حج کی قربانی کا اہتمام فرمایا بلکہ مدینۂ منورہ میں قیام کے دوران عیدالاضحیٰ کی قربانی کو بھی مسلسل اہتمام کے ساتھ ادا فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں:

أَقَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي كُلَّ سَنَةٍ.(سنن الترمذی، حدیث: ۱۵۰۷)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ مدینۂ منورہ میں دس سال قیام پذیر رہے اور ہر سال قربانی فرمایا کرتے تھے۔"

بعض ہندو حضرات یہ کہتے ہیں کہ اسلام صرف گوشت خوری کا نام ہے، حالانکہ یہ دعویٰ حقیقت کے خلاف ہے۔ گوشت کھانے کے شواہد دنیا کے بہت سے مذاہب اور تہذیبوں میں موجود ہیں۔ مزید یہ کہ سائنسی تحقیقات کے مطابق بھی گوشت غذائیت سے بھرپور اور اہم غذاؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ لہٰذا گوشت خوری کو صرف اسلام کے ساتھ خاص کرنا نہ علمی اعتبار سے درست ہے اور نہ ہی تاریخی حقائق کے مطابق۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا جانور کو ذبح کرنا ظلم ہے؟

بعض ہندو حضرات بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ وہ جانوروں پر ظلم نہیں کرتے اور گوشت نہیں کھاتے، حالانکہ تاریخی اور مذہبی اعتبار سے یہ دعویٰ مطلقاً درست نہیں۔ قدیم ہندو مذہبی کتابوں میں جانوروں کی قربانی اور گوشت کے استعمال کے متعدد تذکرے موجود ہیں۔

چنانچہ رگ وید میں مذکور ہے:

"اے اندر! تمہارے لیے پشان اور وشنو ایک سو بھینسیں پکائیں۔"

(رگ وید: ٦-١١-١٧)

اسی طرح یجر وید میں گھوڑے، سانڈ، بیل، بانجھ گایوں اور بھینسوں کو دیوتاؤں کی نذر کرنے کا ذکر ملتا ہے۔

(یجر وید، ادھیائے: ۲۰/۷۸)

منو سمرتی میں بھی گوشت خوری کے جواز کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

"گوشت خور روزانہ شکار کرتا اور گوشت کھاتا ہے، اور یہ کوئی گناہ نہیں، اس لیے کہ کھانے والے اور کھائے جانے والے دونوں کو خالق نے اسی مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔"

(منو سمرتی، باب ۵، اشلوک ۳۰)

(ماخذ: پڑھو اور سمجھو صفحہ نمبر ۱۴۹)

لہٰذا قربانی پر اعتراض کرنے والوں کو پہلے اپنی مذہبی اور تاریخی روایات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

رہی بات جانوروں پر رحم کی، تو اسلام نے جانوروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی ایسی تعلیم دی ہے جس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ اسلام نے جانور کو بھوکا رکھنے، اسے مارنے پیٹنے، اس پر بلاوجہ بوجھ ڈالنے اور اسے تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ ذبح کے وقت بھی حکم دیا گیا کہ چھری تیز کی جائے تاکہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔

لہٰذا قربانی ظلم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل، سنتِ ابراہیمی کی یادگار، جذبۂ اطاعت کا اظہار اور بندۂ مؤمن کے ایثار و قربانی کا عملی مظہر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ اسلام کی صحیح سمجھ عطا فرمائے، اعتراضات اور فتنوں سے محفوظ رکھے، اور سنتِ ابراہیمی پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین

آج کے مسلمانوں کے حالات

* از محمد سلمان العطاری *

پیشکش:
مرکزی جامعۃ المدینہ فیضان عطار نیپال گنج *

دنیا میں مسلمان ایک عظیم امت ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے بہترین امت قرار دیا۔ مسلمانوں کو علم، عمل، اخوت، عدل اور انسانیت کی بھلائی کے لیے پیدا کیا گیا تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ مسلمان علم و حکمت، اخلاق و کردار اور عدل و انصاف میں پوری دنیا کے رہنما تھے۔ مسلمانوں کی حکومتیں دنیا کے بڑے حصے پر قائم تھیں اور لوگ اسلام کے حسنِ کردار سے متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔

مگر آج اگر ہم مسلمانوں کے مجموعی حالات پر نظر ڈالیں تو دل غم سے بھر جاتا ہے۔ امتِ مسلمہ مختلف آزمائشوں، کمزوریوں اور زوال کا شکار نظر آتی ہے۔ جن میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

* دینی کمزوری *

آج مسلمانوں کی سب سے بڑی پریشانی دین سے دوری ہے۔ قرآنِ کریم کی تلاوت تو کی جاتی ہے مگر اس کے احکام پر عمل کم دکھائی دیتا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر عبادات میں غفلت عام ہوتی جارہی ہے۔ نوجوان نسل دنیاوی مشاغل میں اتنی مصروف ہوگئی ہے کہ دین سیکھنے اور عمل کرنے کا وقت نہیں نکالتی۔ بہت سے مسلمان اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہیں اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید میں لگے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا۪ (آل عمران ۱۰۳)

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا (فرقوں میں نہ بٹ جانا)

اس آیت میں اُن افعال و حرکات کی مُمانعت کی گئی ہے جو مسلمانوں کے درمیان تفریق کا سبب ہوں، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ "تم سب مل کر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاؤ جیسے یہود و نصاریٰ نے فرقے بنا لئے۔

مگر افسوس کہ آج مسلمان فرقہ بندی، تعصب اور نفرت میں مبتلا ہیں۔

* آپسی اختلافات *

مسلمانوں کی کمزوری کی ایک بڑی وجہ آپس کا انتشار اور اختلاف ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے، حسد، بغض اور نفرت نے امت کی طاقت کو کمزور کر دیا ہے۔ دشمنانِ اسلام مسلمانوں کی اسی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر مسلمان متحد ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی۔

* اتحادِ امت میں ہی بقا کا راز ہے *
* ورنہ ہر سمت مسلمانوں پہ نازک ساز ہے *

* تعلیمی پسماندگی *

اگرچہ اسلام نے سب سے پہلے علم حاصل کرنے کا حکم دیا، مگر آج بہت سے مسلمان تعلیمی میدان میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ سائنس، ٹیکنالوجی، تحقیق اور جدید علوم میں مسلمان قومیں کمزور نظر آتی ہیں۔ اس کی ایک وجہ دینی اور دنیاوی تعلیم کے درمیان توازن کا نہ ہونا بھی ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ مسلمان سائنسدانوں، طبیبوں اور مفکرین نے دنیا کو نئی نئی ایجادات دیں، مگر آج مسلمان دوسروں کے محتاج بن چکے ہیں۔

* اخلاقی زوال *

آج معاشرے میں جھوٹ، دھوکہ، سود، بے حیائی اور بد عنوانی بڑھتی جارہی ہے۔ سوشل میڈیا کے غلط استعمال نے نوجوان نسل کے اخلاق کو متاثر کیا ہے۔ اسلامی معاشرہ جو حیا، سادگی اور پاکیزگی کا نمونہ ہونا چاہیے تھا، وہ آہستہ آہستہ مغربی تہذیب کی طرف مائل ہورہا ہے۔

* چھوڑ کر سنتِ محبوبِ خدا بیٹھ گئے *
* اپنی پہچان بھی دنیا میں گنوا بیٹھ گئے *

* معاشی مشکلات *

بہت سے اسلامی ممالک غربت، بے روزگاری اور معاشی بحران کا شکار ہیں۔ سودی نظام نے مسلمانوں کی معیشت کو کمزور کر دیا ہے۔ غریب مزید غریب اور امیر مزید امیر ہوتا جارہا ہے۔ زکوٰۃ اور صدقات کا صحیح نظام قائم نہ ہونے کی وجہ سے معاشرتی توازن خراب ہورہا ہے۔

* مسلمانوں پر ظلم و ستم *

دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمان ظلم و ستم کا شکار ہیں۔ کہیں ان کے حقوق سلب کیے جاتے ہیں، کہیں ان کی جان و مال محفوظ نہیں، اور کہیں اسلام دشمن قوتیں مسلمانوں کے عقائد اور تہذیب پر حملے کر رہی ہیں۔ فلسطین، کشمیر اور دیگر علاقوں کے مسلمانوں کی مشکلات پوری امت کے لیے باعثِ درد ہیں۔

مگر افسوس کہ امت مسلمہ مجموعی طور پر کمزور اور منتشر نظر آتی ہے۔

* نوجوان نسل کی ذمہ داری *

آج کے نوجوان اگر چاہیں تو امت کے حالات بدل سکتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ:

دین کا علم حاصل کریں
نماز کی پابندی کریں
قرآن وحدیث کو سمجھیں
اچھے اخلاق اپنائیں
سوشل میڈیا کا مثبت استعمال کریں
اتحاد و محبت کو فروغ دیں
تعلیم اور تحقیق میں آگے بڑھیں

* اصلاح کا راستہ *

مسلمانوں کی کامیابی صرف اور صرف اسلام پر عمل میں ہے۔ جب مسلمان سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کریں گے تو عزت دوبارہ حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْؕ۔ (الرعد ۱۱)

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اصلاح کریں، دین کو مضبوطی سے تھامیں، سنتوں پر عمل کریں اور امت کی بھلائی کے لیے کوشش کریں۔

* پھر سے اگر قرآن کو سینے سے لگا لو گے *
* دنیا کی بلندی پہ دوبارہ نظر آؤ گے *

* لب لباب *

آج مسلمانوں کے حالات اگرچہ پریشان کن ہیں، مگر مایوسی کی کوئی گنجائش نہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں عزت و سربلندی عطا فرماتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی اصلاح کریں، دین پر مضبوطی سے قائم رہیں اور امت کے اتحاد کے لیے کوشش کریں۔ یہی دنیا و آخرت کی کامیابی کا راستہ ہے۔

خداوند متعال ہمیں دین سیکھ کر اس پہ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

تزکیۂ قلب اور حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا عبد الاحد سبحانی وحافظ محمد فاروق سبحانی

انسانی جسم میں دل کی حیثیت بادشاہ کی سی ہے۔ جب بادشاہ صالح ہو تو سلطنت امن و سکون کا گہوارہ بن جاتی ہے اور جب وہ فاسد ہو جائے تو پورا نظام انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب دل پاکیزہ، منور اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد ہو تو انسان کے اعمال، اخلاق اور معاملات بھی سنور جاتے ہیں، اور جب دل حسد، تکبر، ریا اور دنیا پرستی کی آلودگیوں سے بھر جائے تو ظاہری عبادتوں کے باوجود زندگی اپنی حقیقی روح سے محروم رہ جاتی ہے۔ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا ایک عظیم محور "تزکیۂ قلب" تھا، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ دل کی اصلاح ہی انسان کی حقیقی اصلاح ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ○ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (سورۃ الشعراء: ۸۸-۸۹)
"جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، مگر وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے حضور سلامت دل لے کر حاضر ہوگا۔"

حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام روحانی مساعی کا مقصد اسی "قلبِ سلیم" کی تشکیل تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ دنیا کی سب سے بڑی دولت مال و جائیداد نہیں بلکہ ایک ایسا دل ہے جو اللہ کی محبت، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور مخلوقِ خدا کی خیر خواہی سے لبریز ہو۔

آپ تزکیۂ قلب کی مثال ایک آئینے سے دیا کرتے تھے۔ جس طرح آئینے پر گرد و غبار جم جائے تو اس میں چہرہ صاف نظر نہیں آتا، اسی طرح گناہوں، نفسانی خواہشات، حسد، کینہ اور غرور کی گرد دل پر جم جائے تو اس میں انوارِ الٰہی کا عکس دکھائی نہیں دیتا۔ اولیائے کرام کا کام اسی آئینے کو صیقل کرنا ہوتا ہے، اور حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ دلوں کے انہی ماہر صیقل گر بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ"

"خبردار! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، خبردار! وہ دل ہے۔"

یہی حدیثِ مبارکہ حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا بنیادی ستون تھی۔ آپ مریدین کو ظاہری اعمال کے ساتھ دل کی کیفیت پر بھی توجہ دینے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ کے نزدیک نماز صرف جسم کی حرکت کا نام نہیں بلکہ دل کی حضوری کا نام ہے، روزہ صرف بھوک اور پیاس کا نام نہیں بلکہ خواہشاتِ نفس پر قابو پانے کا ذریعہ ہے، اور ذکر صرف زبان کے الفاظ نہیں بلکہ دل کی بیداری کا چراغ ہے۔

آپ کی خانقاہ ایک ایسے روحانی شفاخانے کی مانند تھی جہاں جسموں کا نہیں بلکہ دلوں کا علاج ہوتا تھا۔ وہاں حسد کے مریض کو محبت کی دوا ملتی تھی، تکبر کے مریض کو عاجزی کا نسخہ دیا جاتا تھا، غفلت کے مریض کو ذکرِ الٰہی کی شفا نصیب ہوتی تھی اور دنیا پرستی کے مریض کو آخرت کی فکر کا علاج عطا کیا جاتا تھا۔ حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دل ایک کھیت کی مانند ہے۔ اگر اس میں تقویٰ، اخلاص اور محبتِ الٰہی کے بیج بوئے جائیں تو نیکیوں کے خوشبودار پھول کھلتے ہیں، لیکن اگر اسے غفلت کے حوالے کر دیا جائے تو وہاں نفرت، حسد اور خود پسندی کے کانٹے اگ آتے ہیں۔ اس لیے دل کی مسلسل نگرانی اور اصلاح ضروری ہے۔

آپ کی تربیت کا انداز ایک ماہر باغبان کی مانند تھا۔ باغبان صرف پھولوں کو نہیں دیکھتا بلکہ جڑوں کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح آپ لوگوں کے ظاہری اعمال کے ساتھ ان کے باطنی احوال کی اصلاح پر بھی خصوصی توجہ دیتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ جب جڑیں مضبوط ہوں گی تو شاخیں خود بخود سرسبز ہو جائیں گی۔

تزکیۂ قلب کے میدان میں آپ نے ذکرِ الٰہی، تلاوتِ قرآن، درودِ پاک، صحبتِ صالحین، خدمتِ خلق اور محاسبۂ نفس کو نہایت اہم قرار دیا۔ آپ فرماتے تھے کہ دلوں پر زنگ لگتا رہتا ہے اور ذکرِ خدا اس زنگ کو دور کرنے والی وہ صیقل ہے جو دل کو دوبارہ روشن کر دیتی ہے۔

جس طرح طلوعِ آفتاب کے بعد تاریکی خود بخود ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح جب دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا سورج طلوع ہو جاتا ہے تو حسد، کینہ، نفرت اور غرور کی تاریکیاں مٹنے لگتی ہیں۔ حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اسی نور کو دلوں میں منتقل کرنے کی ایک مسلسل جدوجہد تھی۔

آج جبکہ مادہ پرستی، مقابلہ آرائی اور نفسانیت نے انسانی دلوں کو بے چین اور مضطرب بنا دیا ہے، مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ایک روحانی نسخۂ شفا کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ کا پیغام ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ دنیا کو فتح کرنے سے پہلے اپنے دل کو فتح کرنا ضروری ہے، کیونکہ جس نے اپنے دل کو پاک کر لیا اس نے کامیابی کا سب سے بڑا خزانہ حاصل کر لیا۔

بلاشبہ تزکیۂ قلب ہی تمام روحانی منازل کی بنیاد اور قربِ الٰہی کا پہلا زینہ ہے، اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ اسی مبارک راستے کے ایک عظیم راہبر تھے۔ ان کی تعلیمات آج بھی دلوں کے اندھیروں کو روشنی اور روحوں کی پیاس کو سیرابی عطا کر رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قلبِ سلیم، اخلاصِ کامل اور محبتِ الٰہی کی دولت عطا فرمائے، اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات سے ہمارے قلوب کو منور فرمائے۔

مولانا عبد الاحد سبحانی وحافظ محمد فاروق سبحانی
مقام و پوسٹ گلرہا مہنداول ضلع سنت کبیر نگر

روحانیت اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ

قاری محمد زبیر سبحانی

روحانیت دراصل انسان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور کرنے کا نام ہے۔ یہ وہ دولت ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن اس کے اثرات کردار، گفتار اور معاملات میں جگمگاتے ہیں۔ جس طرح سورج کی روشنی زمین کو روشن کرتی ہے، اسی طرح روحانیت کا نور دلوں کو روشن، نفس کو پاک اور زندگی کو بامقصد بنا دیتا ہے۔ تاریخ اسلام میں بعض شخصیات ایسی گزری ہیں جنھوں نے اس نورِ روحانیت کو نسل در نسل منتقل کیا۔ انہی مقدس ہستیوں میں مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔

آپ کی زندگی روحانیت کے اس بحرِ بے کراں کی مانند تھی جس کی گہرائیوں میں معرفت کے موتی اور محبتِ الٰہی کے جواہر پوشیدہ تھے۔ جو شخص آپ کی صحبت میں آتا، وہ صرف ایک انسان سے نہیں بلکہ ایک ایسے چراغ سے ملتا تھا جس کے سینے میں ذکرِ الٰہی کی روشنی اور عشقِ رسول ﷺ کی حرارت موجزن تھی۔

قرآنِ کریم ارشاد فرماتا ہے: ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ (سورۃ الرعد: ۲۸)
"سن لو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔"

حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اس آیتِ مبارکہ کی عملی تصویر تھی۔ وہاں آنے والے بے چین دل سکون پاتے، پریشان روحیں اطمینان حاصل کرتیں اور دنیا کے ہنگاموں میں گم ہونے والے لوگ اپنے رب کی یاد سے دوبارہ جڑ جاتے تھے۔

آپ کی روحانیت کسی گوشہ نشینی یا دنیا سے فرار کا نام نہیں تھی بلکہ وہ ایک ایسے درخت کی مانند تھی جس کی جڑیں آسمانِ معرفت میں اور شاخیں زمینِ خدمتِ خلق پر پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ نے لوگوں کو سکھایا کہ اللہ کی محبت کا حقیقی ثبوت اس کی مخلوق سے محبت اور خدمت ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"إن للہ عباداً إذا رُؤوا ذکر اللہ"
"اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔"

یہ حدیثِ مبارکہ حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر پوری طرح صادق آتی تھی۔ آپ کا چہرہ وقار کا آئینہ، آپ کی گفتگو حکمت کا سرچشمہ اور آپ کی زندگی اخلاص و للّٰہیت کا روشن نمونہ تھی۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا شخص دنیا کی چکاچوند سے نکل کر آخرت کی فکر اور رب کی محبت کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔

آپ کی روحانیت ایک ایسے خوشبودار باغ کی مانند تھی جس میں ذکر کے پھول، فکر کے درخت، محبت کے چشمے اور معرفت کی ہوائیں چلتی تھیں۔ جو بھی اس باغ میں داخل ہوتا، اس کے دل و دماغ کو تازگی اور روح کو بالیدگی نصیب ہوتی تھی۔ حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اس حقیقت کو اجاگر کیا کہ روحانیت کا اصل مقصد کرامات کا حصول نہیں بلکہ نفس کی اصلاح، اخلاق کی پاکیزگی اور قربِ الٰہی کا حصول ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ جس روحانیت سے انسان کے اخلاق بہتر نہ ہوں اور اس کے اندر عاجزی پیدا نہ ہو، وہ روحانیت نہیں بلکہ محض دعویٰ ہے۔

آپ کی زندگی ایک بہتے ہوئے چشمے کی طرح تھی جو خود بھی پاکیزہ تھا اور دوسروں کو بھی پاکیزگی عطا کرتا تھا۔ آپ نے دلوں سے حسد، کینہ، نفرت اور غرور کے کانٹے نکال کر محبت، اخلاص، صبر اور شکر کے پھول اگانے کی کوشش کی۔

آج جبکہ مادیت کی گرد نے دلوں کے آئینوں کو دھندلا دیا ہے اور انسان ظاہری آسائشوں کے باوجود باطنی سکون سے محروم ہوتا جا رہا ہے، مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ایک ٹھنڈی چھاؤں، ایک روشن چراغ اور ایک پاکیزہ چشمے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا پیغام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ حقیقی کامیابی دولت، شہرت اور اقتدار میں نہیں بلکہ اس دل میں ہے جو اللہ کی یاد سے آباد اور عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہو۔

بلاشبہ اولیائے کرام آسمانِ ہدایت کے وہ ستارے ہیں جن کی روشنی زمانوں کے گزرنے کے باوجود مدھم نہیں ہوتی۔ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی روشن ستاروں میں سے ایک تھے جن کی روحانی کرنیں آج بھی طالبانِ حق کے دلوں کو منور کر رہی ہیں اور انہیں ربِ کریم کی معرفت کی منزلوں کی طرف رہنمائی فراہم کر رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے، ان کی تعلیماتِ روحانیت سے فیض یاب ہونے اور اپنے قلوب کو ذکرِ الٰہی و محبتِ رسول ﷺ سے منور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین۔ استاذ دارالعلوم اہلسنت تنویر الاسلام امر ڈوبھا شہر پنچایت بکھرا بازار ضلع سنت کبیر نگر

تاجدار اودھ حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی اور روحانی فیضان

مولانا حشمت رضا مصباحی صدر المدرسین دارالعلوم اہلسنت فیض سبحانی ممبئی

مخدوم الکل تاجدار اولیائے اودھ حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی علیہ الرحمہ خانقاہ فردوسیہ بلہری شریف فیض آباد کے روحانی فیضان کا چشمۂ جاریہ آج بھی جاری وساری ہے۔ یہ حقیقت کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ کسی بھی خانقاہ، ادارے یا تحریک کی بقا صرف عمارتوں سے نہیں بلکہ ایسے مخلص اور صاحبِ کردار افراد سے ہوتی ہے جو اپنے اسلاف کے مشن کو امانت سمجھ کر آگے بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ حضرت مخدوم الکلؒ کی قائم کردہ خانقاہ کو ایسے ہی باوقار اور ذمہ دار سجادہ نشین شبلی وقت آل رسول حضرت علامہ سید عبد الرب المعروف چاند بابو صاحب کی قیادت نصیب ہوئی ہے۔

نور المشائخ حضرت حضرت علامہ سید عبد الرب المعروف چاند بابو نہ صرف خانوادۂ مخدومیہ کے امین ہیں بلکہ اپنے اکابر کی روحانی، اخلاقی اور اصلاحی روایات کے حقیقی وارث بھی ہیں۔ ان کی شخصیت میں سادگی، متانت، حلم، شفقت، اخلاص اور خدمتِ خلق کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ وہ خاموش خدمت کے قائل ہیں اور نمود و نمائش سے دور رہتے ہوئے خانقاہی نظام کو استحکام بخشنے میں مصروفِ عمل ہیں۔ ان کی نگاہ میں خانقاہ صرف ایک عمارت یا مزار کا نام نہیں بلکہ عقیدۂ اہلِ سنت، محبتِ رسول ﷺ، احترامِ اولیا اور اصلاحِ باطن کا ایک زندہ مرکز ہے۔

ان کی شب و روز کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ خانقاہ سے وابستہ ہزاروں عقیدت مند آج بھی روحانی سکون، دینی رہنمائی اور اخلاقی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ وہ آنے والے ہر شخص کے ساتھ محبت، خلوص اور اپنائیت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کا طرزِ عمل اس درخت کی مانند ہے جو خود دھوپ برداشت کرتا ہے مگر دوسروں کو سایہ عطا کرتا ہے۔

مزید یہ کہ آل رسول حضرت علامہ سید عبد الرب چاند بابو نے بزرگوں کے مشن کو عصری تقاضوں کے مطابق زندہ رکھنے کی قابلِ قدر کوشش کی ہے۔ دینی اجتماعات، اصلاحی نشستیں، ذکر و اذکار کی محافل، عرس و اجتماعات اور خدمتِ خلق کے مختلف شعبوں میں ان کی دلچسپی اور نگرانی نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ ان کا مقصد صرف ماضی کی یادگاروں کی حفاظت نہیں بلکہ اس روحانی ورثے کو نئی نسل تک منتقل کرنا ہے تاکہ آنے والے زمانوں میں بھی اس کی روشنی باقی رہے۔

اس مبارک مشن میں ان کے فرزندِ گرامی آل رسول حضرت مولانا سید نظامی حسن فردوسی ازہری بھی نہایت مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔ آپ علومِ دینیہ کے ساتھ عصری شعور سے بھی آراستہ ہیں اور علمی، فکری، تعلیمی اور تنظیمی میدانوں میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا رہے ہیں۔ ایک صالح اور باکردار فرزند کی حیثیت سے وہ اپنے والدِ محترم کے دستِ راست اور معاونِ خاص ہیں۔

حضرت مولانا سید نظامی حسن فردوسی ازہری کی شخصیت نوجوان نسل کے لیے ایک بہترین نمونہ ہے۔ ان میں علم کی سنجیدگی، اخلاق کی شائستگی، بزرگوں سے عقیدت اور ملت کے درد کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ وہ خانقاہی نظام اور دینی خدمات کے فروغ کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔ ان کی موجودگی اس بات کی خوش آئند علامت ہے کہ حضرت مخدوم الکلؒ کا روحانی و اصلاحی مشن محفوظ ہاتھوں میں ہے اور آنے والی نسلیں بھی اس فیضان سے مستفید ہوتی رہیں گی۔

بلاشبہ حضرت علامہ سید عبد الرب المعروف چاند بابو صاحب اور حضرت مولانا سید نظامی حسن فردوسی ازہری کی یہ مشترکہ جدوجہد ایک روشن مثال ہے کہ جب اخلاص، علم، محبت اور خدمت کا امتزاج ہو تو بزرگوں کی امانتیں نہ صرف محفوظ رہتی ہیں بلکہ ان کی برکتیں مزید پھیلتی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو صحت، عافیت، استقامت اور مزید توفیقاتِ خیر سے نوازے اور خانقاہِ مخدومیہ سبحانیہ فردوسیہ چشتیہ بلہری شریف کے فیوض و برکات کو تا قیامت جاری وساری رکھے۔ آمین۔

روحانیت اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ

روحانیت دراصل انسان کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور کرنے کا نام ہے۔ یہ وہ دولت ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن اس کے اثرات کردار، گفتار اور معاملات میں جگمگاتے ہیں۔ جس طرح سورج کی روشنی زمین کو روشن کرتی ہے، اسی طرح روحانیت کا نور دلوں کو روشن، نفس کو پاک اور زندگی کو بامقصد بنا دیتا ہے۔ تاریخِ اسلام میں بعض شخصیات ایسی گزری ہیں جنھوں نے اس نورِ روحانیت کو نسل در نسل منتقل کیا۔ انہی مقدس ہستیوں میں مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔

آپ کی زندگی روحانیت کے اس بحرِ بے کراں کی مانند تھی جس کی گہرائیوں میں معرفت کے موتی اور محبتِ الٰہی کے جواہر پوشیدہ تھے۔ جو شخص آپ کی صحبت میں آتا، وہ صرف ایک انسان سے نہیں بلکہ ایک ایسے چراغ سے ملتا تھا جس کے سینے میں ذکرِ الٰہی کی روشنی اور عشقِ رسول ﷺ کی حرارت موجزن تھی۔

قرآنِ کریم ارشاد فرماتا ہے:
﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ (سورۃ الرعد: ۲۸)
"سن لو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔"

حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اس آیتِ مبارکہ کی عملی تصویر تھی۔ وہاں آنے والے بے چین دل سکون پاتے، پریشان روحیں اطمینان حاصل کرتیں اور دنیا کے ہنگاموں میں گم ہونے والے لوگ اپنے رب کی یاد سے دوبارہ جڑ جاتے تھے۔

آپ کی روحانیت کسی گوشہ نشینی یا دنیا سے فرار کا نام نہیں تھی بلکہ وہ ایک ایسے درخت کی مانند تھی جس کی جڑیں آسمانِ معرفت میں اور شاخیں زمینِ خدمتِ خلق پر پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ نے لوگوں کو سکھایا کہ اللہ کی محبت کا حقیقی ثبوت اس کی مخلوق سے محبت اور خدمت ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"إن للہ عباداً إذا رُؤوا ذکر اللہ"
"اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں دیکھ کر اللہ یاد آ جاتا ہے۔"

یہ حدیثِ مبارکہ حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر پوری طرح صادق آتی تھی۔ آپ کا چہرہ وقار کا آئینہ، آپ کی گفتگو حکمت کا سرچشمہ اور آپ کی زندگی اخلاص وللّٰہیت کا روشن نمونہ تھی۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا شخص دنیا کی چکاچوند سے نکل کر آخرت کی فکر اور رب کی محبت کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔

آپ کی روحانیت ایک ایسے خوشبودار باغ کی مانند تھی جس میں ذکر کے پھول، فکر کے درخت، محبت کے چشمے اور معرفت کی ہوائیں چلتی تھیں۔ جو بھی اس باغ میں داخل ہوتا، اس کے دل و دماغ کو تازگی اور روح کو بالیدگی نصیب ہوتی تھی۔

حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اس حقیقت کو اجاگر کیا کہ روحانیت کا اصل مقصد کرامات کا حصول نہیں بلکہ نفس کی اصلاح، اخلاق کی پاکیزگی اور قربِ الٰہی کا حصول ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ جس روحانیت سے انسان کے اخلاق بہتر نہ ہوں اور اس کے اندر عاجزی پیدا نہ ہو، وہ روحانیت نہیں بلکہ محض دعویٰ ہے۔

آپ کی زندگی ایک بہتے ہوئے چشمے کی طرح تھی جو خود بھی پاکیزہ تھا اور دوسروں کو بھی پاکیزگی عطا کرتا تھا۔ آپ نے دلوں سے حسد، کینہ، نفرت اور غرور کے کانٹے نکال کر محبت، اخلاص، صبر اور شکر کے پھول اگانے کی کوشش کی۔

آج جبکہ مادیت کی گرد نے دلوں کے آئینوں کو دھندلا دیا ہے اور انسان ظاہری آسائشوں کے باوجود باطنی سکون سے محروم ہوتا جا رہا ہے، مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ایک ٹھنڈی چھاؤں، ایک روشن چراغ اور ایک پاکیزہ چشمے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کا پیغام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ حقیقی کامیابی دولت، شہرت اور اقتدار میں نہیں بلکہ اس دل میں ہے جو اللہ کی یاد سے آباد اور عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہو۔

بلاشبہ اولیائے کرام آسمانِ ہدایت کے وہ ستارے ہیں جن کی روشنی زمانوں کے گزرنے کے باوجود مدھم نہیں ہوتی۔ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی روشن ستاروں میں سے ایک تھے جن کی روحانی کرنیں آج بھی طالبانِ حق کے دلوں کو منور کر رہی ہیں اور انہیں ربِ کریم کی معرفت کی منزلوں کی طرف رہنمائی فراہم کر رہی ہیں۔

عرس مقدس کے پر بہار موقع پر تمام عقیدتمندوں کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتے ہیں، بزرگوں سے عقیدت و محبت اسی وقت قابل قبول ہوتی ہے جب ہم ان کے نقش قدم پر چل کر اللہ کی راہ میں گم ہو جائیں اور اپنے آپ کو اللہ اس کے رسول ﷺ کے فرمودات پر عمل پیرا کر لیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے، ان کی تعلیماتِ روحانیت سے فیض یاب ہونے اور اپنے قلوب کو ذکرِ الٰہی و محبتِ رسول ﷺ سے منور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا عبید اللہ سبحانی
قصبہ لوہرسن بازار ضلع سنت کبیر نگر

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

عرس سراپا قدس ۵، ۴ اور ۶ جون پر خصوصی خراج

خدمتِ دین اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا مفتی محمد عباس الازہری

تاریخِ اسلام کے اوراق جب بھی اولیائے کرام، داعیانِ حق اور مصلحینِ امت کے تذکروں سے مزین ہوتے ہیں تو بعض شخصیات اپنی علمی عظمت، روحانی رفعت اور عوامی مقبولیت کے باعث ایک مستقل باب کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔ انہی درخشاں ہستیوں میں قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین تاجدار اولیائے اودھ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ بلہری شریف فیض آباد کا نام نہایت احترام اور عقیدت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دینِ اسلام کی اشاعت، اصلاحِ معاشرہ، تزکیۂ نفس اور خدمتِ خلق کے لیے وقف فرمائی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ (سورۂ فصلت: ۳۳)
"اس شخص سے بڑھ کر کس کی بات اچھی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔"

حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اس آیتِ مبارکہ کی عملی تفسیر تھی۔ آپ کی دعوت میں محبت تھی، آپ کی نصیحت میں اخلاص تھا اور آپ کی شخصیت میں وہ کشش تھی جو دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دیتی تھی۔

آپ کا خانقاہی نظام ایک ایسے گلشن کی مانند تھا جہاں علم کے پھول بھی کھلتے تھے اور روحانیت کی خوشبو بھی پھیلتی تھی۔ دور دراز سے آنے والے تشنگانِ معرفت آپ کے فیوض و برکات سے سیراب ہوتے تھے۔ آپ نے نہ صرف عبادت و ریاضت کی تعلیم دی بلکہ انسانیت کی خدمت کو بھی عبادت کا درجہ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ" "لوگوں میں بہترین وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔"

حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ اسی حدیث کا عملی نمونہ تھی۔ آپ نے غریبوں کی دستگیری، مسکینوں کی امداد، بے سہارا افراد کی کفالت اور ضرورت مندوں کی دلجوئی کو اپنی زندگی کا شعار بنایا۔ آپ کے دروازے سے کوئی سائل خالی ہاتھ واپس نہ جاتا تھا۔

آپ کی شخصیت ایک ایسے مینارۂ نور کی مانند تھی جو تاریکیوں میں بھٹکے ہوئے مسافروں کو راستہ دکھاتا ہے۔ جس طرح بارش کا پانی بنجر زمین کو سرسبز و شاداب بنا دیتا ہے، اسی طرح آپ کی تعلیمات نے بے شمار دلوں کو ایمان، محبت اور تقویٰ کی روشنی سے منور کر دیا۔

آپ نے ہمیشہ مسلمانوں کو اتحاد، اخوت اور حسنِ اخلاق کا درس دیا۔ آپ فرماتے تھے کہ دین صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ معاملات، اخلاق اور انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا نام بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے حلقۂ ارادت میں مختلف طبقات اور علاقوں کے لوگ شامل تھے۔

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ (سورۂ الحجرات: ۱۰)
"بے شک تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قرآنی تعلیم کو عملی شکل دی۔ آپ کی خانقاہ محبت، رواداری، اخوت اور خدمتِ خلق کا مرکز بنی رہی۔ آپ نے نفرتوں کو محبتوں میں اور اختلافات کو اتحاد میں بدلنے کی مسلسل کوشش کی۔

اولیائے کرام دراصل آسمان کے ان روشن ستاروں کی مانند ہوتے ہیں جو صدیوں بعد بھی مسافروں کو راستہ دکھاتے رہتے ہیں۔ حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی نفوسِ قدسیہ میں سے تھے جن کی تعلیمات آج بھی دلوں کو گرما رہی ہیں اور راہِ حق کے مسافروں کو منزل کا پتہ دے رہی ہیں۔

آپ کی حیاتِ طیبہ ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ علم کے ساتھ عمل، عبادت کے ساتھ خدمت، اور محبت کے ساتھ اخلاص بھی ضروری ہے۔ یہی وہ اوصاف ہیں جو انسان کو دنیا میں عزت اور آخرت میں کامیابی عطا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مخدومُ الکل سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کو تا قیامت جاری رکھے، ہمیں ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے صدقے امتِ مسلمہ کو اتحاد، محبت اور روحانی ترقی نصیب فرمائے۔
آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

استاذ و مفتی دار العلوم اہلسنت فیض النبی
کپتان گنج بستی

محبتِ رسول ﷺ اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد مسعود رضا علیمی ازہری

کائناتِ ہستی میں اگر کوئی محبت سب سے بلند، سب سے پاکیزہ اور سب سے زیادہ باعثِ نجات ہے تو وہ محبتِ رسولِ اکرم ﷺ ہے۔ یہی وہ چراغ ہے جو دلوں کو ایمان کی روشنی عطا کرتا ہے، یہی وہ چشمۂ زلال ہے جو روحوں کی پیاس بجھاتا ہے اور یہی وہ سعادت ہے جو بندے کو ربِ کریم کے قرب تک پہنچاتی ہے۔ اولیائے کرام کی پوری زندگی اسی محبت کے گرد گردش کرتی ہے۔ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی عاشقانِ رسول ﷺ میں سے تھے جن کے دل میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ ایک روشن سورج کی طرح جلوہ گر تھا اور جن کی زندگی کا ہر گوشہ محبتِ رسول ﷺ کی خوشبو سے معطر تھا۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا﴾
(سورۃ التوبہ: ۲۴)

یہ آیت اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ مومن کے دل میں سب سے بڑھ کر محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہونی چاہیے۔ حضرت شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اسی قرآنی تعلیم کا عملی نمونہ تھی۔

آپ کے نزدیک محبتِ رسول ﷺ صرف جذبات کا نام نہیں تھی بلکہ اتباعِ رسول ﷺ، ادبِ رسول ﷺ اور سنتِ رسول ﷺ پر عمل کا نام تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ عشق اگر سچا ہو تو محبوب کی ہر ادا محبوب بن جاتی ہے، اور جو نبی کریم ﷺ سے محبت کرتا ہے وہ آپ ﷺ کی سنتوں کو اپنی زندگی کا زیور بنا لیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ"
"تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اس حدیثِ مبارکہ کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ آپ کی گفتگو میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ، آپ کی مجالس میں درود و سلام کی خوشبو، آپ کی تعلیمات میں سنتِ نبوی ﷺ کی جھلک اور آپ کے کردار میں اخلاقِ محمدی ﷺ کا عکس نمایاں تھا۔

آپ محبتِ رسول ﷺ کی مثال سورج اور چاند سے دیا کرتے تھے۔ جس طرح چاند اپنی روشنی خود پیدا نہیں کرتا بلکہ سورج سے حاصل کرتا ہے، اسی طرح ولی، عالم اور صالح بندے کی تمام روشنی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے حاصل ہوتی ہے۔ جو جتنا حضور ﷺ کے قریب ہوتا ہے، وہ اتنا ہی زیادہ نورانیت اور ہدایت کا حامل ہوتا ہے۔ آپ کی خانقاہ میں ذکرِ رسول ﷺ ایک روحانی بہار کی مانند ہوتا تھا۔ درود و سلام کی صدائیں فضا کو معطر کر دیتیں، نعتِ رسول ﷺ کے اشعار دلوں میں محبت کی شمعیں روشن کر دیتے اور سیرتِ طیبہ کے تذکرے سن کر آنکھیں عقیدت کے آنسوؤں سے نم ہو جاتیں۔ یوں محسوس ہوتا جیسے مدینہ منورہ کی ٹھنڈی ہوائیں دلوں کو چھو رہی ہوں۔

حضرت سید شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ محبتِ رسول ﷺ ایک ایسے خوشبودار پھول کی مانند ہے جس کی مہک انسان کے ظاہر و باطن دونوں کو معطر کر دیتی ہے۔ جس دل میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ جاگزیں ہو جائے، وہاں نفرت کے کانٹے نہیں اگتے، وہاں تکبر کی جھاڑیاں نہیں پھوٹتیں اور وہاں حسد کے زہریلے پودے پنپ نہیں سکتے۔

آپ کی تربیت کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ مریدین کے دلوں میں محبتِ رسول ﷺ کی وہ شمع روشن ہو جائے جو زندگی کے ہر اندھیرے کو دور کر دے۔ آپ انہیں درودِ پاک کی کثرت، سنتوں کی پابندی، سیرتِ طیبہ کے مطالعہ اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ کی تلقین فرماتے تھے۔

جس طرح سمندر کی تمام لہریں ایک ہی مرکز سے اٹھتی ہیں، اسی طرح اولیائے کرام کی تمام روحانی عظمتیں محبتِ رسول ﷺ ہی سے جنم لیتی ہیں۔ حضرت سید شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی رفعت، علمی عظمت اور عوامی مقبولیت کا اصل سرچشمہ بھی عشقِ رسول ﷺ تھا۔

آپ کی زندگی ایک ایسے گلستان کی مانند تھی جس کے ہر پھول سے محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشبو آتی تھی۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا شخص صرف دین کا علم حاصل نہیں کرتا تھا بلکہ اس کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت بھی بڑھ جاتی تھی۔ یہی اولیائے کاملین کا اصل کمال ہوتا ہے کہ وہ دلوں کو اپنے ساتھ نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ آج جب مادیت اور دنیا پرستی نے دلوں کو سخت اور روحوں کو بے چین کر دیا ہے، مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ سکونِ قلب، نورِ ایمان اور نجاتِ آخرت کا سب سے بڑا خزانہ محبتِ رسول ﷺ ہے۔ جس دل میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ آباد ہو جائے وہ دل اجڑتا نہیں، اور جس زندگی میں سنتِ مصطفیٰ ﷺ آ جائے وہ زندگی بھٹکتی نہیں۔ بلاشبہ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری حیاتِ مبارکہ محبتِ رسول ﷺ کی ایک روشن تفسیر تھی۔ آپ نے اپنے قول و عمل، کردار و گفتار اور تربیت و اصلاح کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے ایسے چراغ روشن کیے جو آج بھی ایمان کی روشنی پھیلا رہے ہیں۔

استاذ دار العلوم غریب نواز
ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ ڈومریا گنج سدھارتھ نگر

خانقاہ فردوسیہ بلہری شریف رشد و ہدایت کا عظیم مرکز

(قاری) اخلاق احمد نظامی مقام و پوسٹ گلرہا مہنداول سنت

نور المشائخ پیر طریقت مولانا سید عبد الرب المعروف چاند بابو خانقاہ کے سچے امین

تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی خطۂ زمین پر اپنے کسی نیک بندے کو قبولیت اور محبوبیت عطا فرماتا ہے تو اس کے فیوض و برکات کو اس کے ظاہری وصال کے بعد بھی جاری رکھتا ہے۔ اولیائے کرام کی خانقاہیں محض اینٹ اور پتھر کی عمارتیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ روحانیت، اصلاحِ نفس، محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کے ایسے مراکز ہوتے ہیں جہاں نسلیں سنورتی ہیں اور دلوں کو زندگی ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مردِ خدا اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے افراد کو اس کے مشن کی حفاظت اور اس کے فیضان کی بقا کے لیے منتخب فرما دیتا ہے جو اس امانت کے حقیقی حق دار ہوتے ہیں۔

مخدوم الکل تاجدار اولیائے اودھ حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی علیہ الرحمہ والرضوان بلہری شریف ضلع اجودھیا کی ذاتِ گرامی بھی اسی قافلۂ اولیاء کی ایک تابندہ کڑی تھی۔ آپ نے اپنی پوری زندگی عقیدۂ اہلِ سنت کے فروغ، اتباعِ شریعت، تزکیۂ نفس، محبتِ رسول ﷺ اور خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دی۔ آپؒ کے فیضان سے ہزاروں دل منور ہوئے اور آپؒ کی خانقاہ رشد و ہدایت کا ایک عظیم مرکز بن گئی۔ آج آپ کے وصال کے بعد بھی اس خانقاہ کی شمع فروزاں ہے اور اس کی روشنی دور دور تک پہنچ رہی ہے۔

اس روحانی کارواں کی قیادت اس وقت خانقاہ عالیہ مخدومیہ سبحانیہ فردوسیہ بلہری شریف فیض آباد کے سجادۂ نشین غازی ملت شبلی وقت نور المشائخ حضرت علامہ سید عبد الرب المعروف چاند بابو صاحب قبلہ فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے بزرگوں کی امانت کا ایسا امین بنایا ہے جو نہایت دیانت، اخلاص، حکمت اور استقامت کے ساتھ اس مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ ان کی شخصیت اس مضبوط ستون کی مانند ہے جس پر خانقاہی نظام کی عمارت استوار ہے۔ وہ اپنے اسلاف کی روایات کے محافظ، عقیدت مندوں کے خیر خواہ اور روحانی فیضان کے نگہبان ہیں۔

قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے: "وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" یعنی "اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا کرو۔" نور المشائخ حضرت سید چاند بابو صاحب قبلہ کی خدمات بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہیں جن کا تذکرہ کرنا درحقیقت ان بزرگوں کے فیضان کا تذکرہ ہے جنہوں نے اس خانقاہ کو اپنے خونِ جگر سے سینچا تھا۔

ان کی زندگی کا نمایاں وصف عاجزی اور انکساری ہے۔ جو شخص ان سے ملتا ہے وہ ان کے حسنِ اخلاق، خندہ پیشانی اور محبت بھرے انداز سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ وہ اس پھل دار درخت کی مانند ہیں جو جتنا زیادہ پھل دیتا ہے اتنا ہی زیادہ جھک جاتا ہے۔ ان کے دروازے پر آنے والے امیر و غریب، عالم و جاہل اور چھوٹے بڑے سب یکساں احترام پاتے ہیں۔ یہی وہ اخلاقِ نبوی ﷺ ہیں جنہیں اولیائے کرام نے اپنی زندگیوں میں زندہ رکھا۔

حضرت سید چاند بابو صاحب قبلہ کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے خانقاہ کو صرف رسوم و روایات کا مرکز نہیں بننے دیا بلکہ اسے اصلاحِ عقیدہ، تربیتِ اخلاق اور دعوتِ دین کا فعال مرکز بنائے رکھا۔ ان کی سرپرستی میں دینی اجتماعات، محافلِ ذکر، اصلاحی نشستیں اور مختلف رفاہی و سماجی خدمات مسلسل جاری ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اولیائے کرام کی اصل یادگار ان کے افکار اور تعلیمات ہیں، اس لیے ان تعلیمات کو نئی نسل تک پہنچانے میں ہمیشہ سرگرم رہتے ہیں۔

اس عظیم مشن میں ان کے فرزندِ ارجمند آلِ رسول حضرت مولانا سید نظامی حسن فردوسی ازہری صاحب قبلہ بھی بھرپور معاونت فرما رہے ہیں۔ وہ علم و فضل، سنجیدگی و متانت اور دینی بصیرت کے حسین امتزاج کا مرکب ہیں۔ جامعہ ازہر کی علمی نسبت نے ان کی شخصیت کو مزید نکھار دیا ہے اور وہ اپنے والدِ محترم کے دست و بازو بن کر خانقاہی نظام کی خدمت انجام دینے میں مصروفِ عمل ہیں۔

حضرت مولانا سید نظامی حسن فردوسی ازہری صاحب قبلہ کی خدمات اس بات کا ثبوت ہیں کہ بزرگوں کا فیضان صرف ماضی کا قصہ نہیں بلکہ حال کی حقیقت اور مستقبل کی ضمانت بھی ہے۔ وہ نوجوان نسل کو عقیدۂ اہلِ سنت، محبتِ رسول ﷺ، احترامِ اولیاء اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دینے میں سرگرم ہیں۔ ان کی گفتگو میں علم کی پختگی، فکر کی گہرائی اور دل کی سوزش نمایاں نظر آتی ہے۔

باپ اور بیٹے کی یہ مبارک جوڑی اس چراغ اور اس کی لو کی مانند ہے جو ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر ماحول کو روشن کرتی ہے۔ پیر طریقت رہبر راہ شریعت حضرت مولانا سید عبد الرب چاند بابو صاحب قبلہ تجربے، حکمت اور روحانیت کا خزانہ ہیں تو حضرت مولانا سید نظامی حسن فردوسی ازہری جوان عزم، علمی بصیرت اور تنظیمی صلاحیتوں کا حسین نمونہ ہیں۔ دونوں حضرات مل کر حضرت مخدوم الکلؒ کے مشن کو نئی قوت اور نئی جہت عطا کر رہے ہیں۔

آج جبکہ دنیا مادیت کی چکاچوند میں روحانی قدروں کو فراموش کرتی جا رہی ہے، ایسے وقت میں یہ خانقاہ اور اس کے ذمہ داران امید کی ایک روشن کرن ہیں۔ ان کی خدمات ہمیں یہ پیغام دیتی ہیں کہ بزرگانِ دین کا راستہ آج بھی زندہ ہے، ان کا فیضان آج بھی جاری ہے اور ان کا مشن آج بھی انسانیت کی رہنمائی کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نور المشائخ حضرت علامہ سید عبد الرب المعروف چاند بابو صاحب قبلہ اور اور ان کے لختِ جگر حضرت مولانا مولانا سید نظامی حسن فردوسی ازہری صاحب کو صحت و عافیت، عزت و وقار، علم و عمل اور خدمتِ دین میں مزید ترقی عطا فرمائے اور انہیں اپنے اکابر کے مشن کا کامیاب امین بنائے رکھے۔ آمین۔

مقام و پوسٹ گلرہا مہنداول سنت کبیر نگر
و پرنسپل دار العلوم اہلسنت انوار العلوم گولا بازار گورکھپور 9935410277

اصلاحِ معاشرہ اور حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ

معاشرہ افراد سے بنتا ہے اور افراد کے دلوں، افکار اور کردار کی اصلاح ہی دراصل ایک صالح معاشرے کی بنیاد ہوتی ہے۔ جب اخلاق کمزور پڑ جائیں، رشتوں میں خود غرضی در آ جائے، سچائی کی جگہ مصلحت اور محبت کی جگہ نفرت لے لے تو معاشرہ بظاہر ترقی یافتہ ہونے کے باوجود اندر سے کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ ایسے نازک ادوار میں اللہ تعالیٰ اپنے کچھ برگزیدہ بندوں کو انسانیت کی رہنمائی کے لیے منتخب فرماتا ہے۔ تاجدار اولیائے اودھ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ بلہری شریف ضلع فیض اباد انہی نفوسِ قدسیہ میں سے ایک تھے جنہوں نے اصلاحِ معاشرہ کو اپنی زندگی کا عظیم مشن بنایا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ (سورۂ الرعد: ۱۱)
"بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل لے۔"

حضرت سید شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اسی قرآنی اصول کے گرد گھومتی تھیں۔ آپ جانتے تھے کہ معاشرے کی تبدیلی کا راستہ انسان کے دل سے ہو کر گزرتا ہے۔ اس لیے آپ نے دلوں کی اصلاح، اخلاق کی تعمیر اور کردار کی پاکیزگی کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا۔

آپ کی خانقاہ محض ایک عبادت گاہ نہیں تھی بلکہ ایک ایسی درسگاہ تھی جہاں ٹوٹے ہوئے دلوں کو سکون، بھٹکے ہوئے لوگوں کو منزل اور مایوس انسانوں کو امید ملتی تھی۔ آپ کا کردار ایک ایسے چراغ کی مانند تھا جو خود جل کر دوسروں کو روشنی دیتا ہے۔ جس طرح سمندر اپنی وسعت کے باوجود پیاسوں کو پانی مہیا کرتا ہے، اسی طرح آپ اپنی روحانی عظمت کے باوجود ہر چھوٹے بڑے انسان کے لیے سراپا شفقت تھے۔

آپ نے معاشرے میں پھیلتی ہوئی نفرتوں کے مقابل محبت کا چراغ روشن کیا۔ جب لوگ ایک دوسرے کو گرانے میں مصروف تھے، آپ انہیں جوڑنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب زبانیں زخم دے رہی تھیں، آپ محبت اور خیر خواہی کے پھول بانٹ رہے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:
"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ"
"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

حضرت سید شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ اسی تعلیمِ نبوی ﷺ کے عملی پیکر تھے۔ آپ نے لوگوں کو سکھایا کہ دین صرف نماز اور روزے کا نام نہیں بلکہ دوسروں کے حقوق ادا کرنے، دل نہ دکھانے اور معاشرے میں امن قائم کرنے کا نام بھی ہے۔

آپ کی نگاہ میں انسان ایک باغ کے پھولوں کی مانند تھے۔ باغبان کبھی پھولوں کے رنگوں میں فرق نہیں کرتا بلکہ سب کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح آپ نے ہر طبقے، ہر برادری اور ہر غریب و امیر کو یکساں محبت اور توجہ دی۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والا ہر شخص اپنے آپ کو محترم اور قابلِ قدر محسوس کرتا تھا۔

اصلاحِ معاشرہ کے میدان میں آپ کا سب سے بڑا ہتھیار حسنِ اخلاق تھا۔ آپ جانتے تھے کہ سختی سے دل ٹوٹتے ہیں اور محبت سے دل جیتے جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی گفتگو میں مٹھاس، رویے میں نرمی اور انداز میں شفقت نمایاں ہوتی تھی۔ آپ لوگوں کو ڈانٹ کر نہیں بلکہ محبت سے بدلتے تھے۔

جس طرح بہار کی آمد سے سوکھے ہوئے درختوں میں نئی جان آ جاتی ہے، اسی طرح آپ کی صحبت نے بے شمار دلوں کو ایمان، تقویٰ اور اخلاقِ حسنہ کی تازگی عطا کی۔ بہت سے لوگ جو غفلت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے، آپ کی تربیت سے ہدایت کی روشنی پا گئے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى﴾ (سورۃ المائدہ: ۲)
"نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔"

حضرت سید شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکمِ قرآنی کو عملی زندگی میں نافذ کیا۔ آپ نے لوگوں کو خیر کے کاموں میں شریک کیا، خدمتِ خلق کی ترغیب دی، غریبوں کی امداد، یتیموں کی کفالت اور ضرورت مندوں کی اعانت کو دین کا اہم حصہ قرار دیا۔

آج جب مادیت، خود غرضی اور مفاد پرستی نے انسانی رشتوں کو کمزور کر دیا ہے، مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پہلے سے کہیں زیادہ اہم محسوس ہوتی ہیں۔ آپ کا پیغام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ معاشرے کی حقیقی تعمیر بلند عمارتوں سے نہیں بلکہ بلند کرداروں سے ہوتی ہے، اور قوموں کی اصل طاقت دولت نہیں بلکہ اخلاق و کردار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا مکی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کو جاری رکھے اور ہمیں ان کی تعلیماتِ محبت، اخوت، خدمت اور اصلاحِ معاشرہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قاری نثار احمد نظامی
پرنسپل دار العلوم اہلسنت قطبیہ روشن العلوم لیڈوا مہوا امر ڈوبھا شہر پنچایت بکھرا بازار ضلع سنت کبیر نگر

نیپال اردو ٹائمز ادارتی ٹیم کی جانب سے تمام عقیدتمندوں کو عرس مقدس بہت بہت مبارک ہو اس مبارک موقع پر احباب سے دعا کی درخواست ہے نیپال اردو ٹائمز ہمالیہ کی چوٹی سے نکلنے والا اردو صحافت کا رشن مینا رہے نیپال اردو ٹائمز ہر ایک سے محبت کا اخوت کا اہمیت کا درس دیتا ہے اس مبارک موقع پر ہم مبارک باد پیش کرتے ہیں حضرت قاری اخلاق نظامی صاحب قبلہ کو۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

اتباعِ شریعت اور حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ

مولانا مفتی محمد عرفان علیمی

اسلام کی پوری عمارت شریعت کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔ شریعت وہ روشن شاہراہ ہے جس پر چل کر انسان اپنے رب کی رضا، اپنے نبی کریم ﷺ کی محبت اور آخرت کی کامیابی حاصل کرتا ہے۔ اگر روحانیت ایک خوشبو ہے تو شریعت اس خوشبو کا گلستان ہے، اگر طریقت ایک دریا ہے تو شریعت اس کے کنارے ہیں، اور اگر معرفت ایک قیمتی موتی ہے تو شریعت وہ صدف ہے جس میں یہ موتی پروان چڑھتا ہے۔ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ بلہری شریف فیض آباد کی پوری زندگی اتباعِ شریعت کے اسی نور سے روشن تھی۔

آپ نے ہمیشہ فرمایا کہ شریعت اور طریقت ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔ جس طرح جسم روح کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور روح جسم کے بغیر اپنا اظہار نہیں کر سکتی، اسی طرح شریعت اور طریقت ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔ اسی لیے آپ کی تعلیمات کا بنیادی محور اتباعِ سنت اور پابندیِ شریعت تھا۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (سورۂ آل عمران:۳۱)
"آپ فرما دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت فرمائے گا۔"

یہ آیتِ مبارکہ حضرت سید شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری دعوت و تربیت کا خلاصہ تھی۔ آپ لوگوں کو بتاتے تھے کہ محبتِ الٰہی کا راستہ محبتِ رسول ﷺ سے اور محبتِ رسول ﷺ کا راستہ اتباعِ سنت سے ہو کر گزرتا ہے۔ آپ کی زندگی ایک ایسے روشن مینار کی مانند تھی جس کی بنیاد شریعت پر اور جس کی بلندی معرفت پر قائم تھی۔ آپ نے کبھی روحانیت کو شریعت سے الگ نہیں کیا اور نہ ہی کسی ایسے تصورِ تصوف کی حوصلہ افزائی فرمائی جو احکامِ شریعت سے بے نیازی سکھاتا ہو۔ آپ کے نزدیک سب سے بڑی کرامت استقامت تھی اور سب سے بڑی ولایت اتباعِ محمدی ﷺ تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ"
"تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا ضروری ہے۔"

حضرت سید شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی تعلیم کو اپنی خانقاہ کا شعار بنایا۔ آپ کی مجالس میں ذکر و فکر کے ساتھ نماز کی پابندی، سنتوں کی ادائیگی، حلال و حرام کی تمیز، حقوق العباد کی ادائیگی اور اخلاقِ نبوی ﷺ کی پیروی پر خصوصی زور دیا جاتا تھا۔

آپ اتباعِ شریعت کی مثال ایک مضبوط کشتی سے دیا کرتے تھے۔ جس طرح سمندر کے طوفانوں میں کشتی مسافروں کو محفوظ رکھتی ہے، اسی طرح شریعت زندگی کے فتنوں، خواہشات اور گمراہیوں کے طوفانوں سے انسان کی حفاظت کرتی ہے۔ جو شخص اس کشتی کو چھوڑ دیتا ہے وہ بھٹک جاتا ہے، اور جو اسے مضبوطی سے تھام لیتا ہے وہ ساحلِ مراد تک پہنچ جاتا ہے۔

آپ کی خانقاہ میں آنے والے مریدین کو سب سے پہلے نماز، تلاوتِ قرآن، ذکرِ الٰہی اور سنتِ رسول ﷺ کی پابندی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص فرائض کا پابند نہیں اور سنتوں کی قدر نہیں کرتا، وہ روحانیت کے بلند مقامات تک نہیں پہنچ سکتا۔ جس طرح ایک عمارت کی خوبصورتی اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک اس کی بنیاد مضبوط نہ ہو، اسی طرح روحانیت، معرفت اور تصوف کے تمام مقامات شریعت کی بنیاد کے بغیر بے معنی ہو جاتے ہیں۔ حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اس بنیاد کو مضبوط کرنے پر زور دیا۔

آپ کی ذات ایک ایسے باغبان کی مانند تھی جو پھولوں کی خوبصورتی کے ساتھ ان کی جڑوں کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ آپ مریدین کو صرف ذکر کی تلقین نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے معاملات، عبادات، اخلاق اور معاشرتی زندگی کو بھی شریعت کے مطابق ڈھالنے کی کوشش فرماتے تھے۔

آپ کے نزدیک کامل سالک وہ تھا جس کی پیشانی نماز سے روشن ہو، زبان ذکرِ خدا سے تر ہو، دل عشقِ رسول ﷺ سے معمور ہو اور زندگی شریعتِ مطہرہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہو۔ یہی وہ اعتدال تھا جس نے آپ کی خانقاہ کو روحانیت اور اتباعِ شریعت کا حسین مرکز بنا دیا۔

آج جبکہ بعض لوگ روحانیت کے نام پر شریعت سے دوری اور بعض شریعت کے نام پر روحانیت سے بے اعتنائی اختیار کر لیتے ہیں، مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ایک متوازن اور معتدل راستہ پیش کرتی ہیں۔ آپ کا پیغام یہ ہے کہ نجات، کامیابی اور قربِ الٰہی کا راستہ صرف اور صرف شریعتِ محمدی ﷺ کی مکمل پیروی میں ہے۔ بلاشبہ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری حیاتِ مبارکہ اتباعِ شریعت کا ایک روشن نمونہ تھی۔ آپ نے اپنے قول، عمل، کردار اور تربیت کے ذریعے یہ ثابت کیا کہ جو شخص شریعتِ مصطفوی ﷺ کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔

استاذ دارالعلوم اہلسنت مصباح العلوم بہادر پور بازار ضلع بستی

خانقاہی نظام اور حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سمیع اللہ نظامی و حافظ غلام علی سبحانی

اسلامی تہذیب و تمدن کی تاریخ میں خانقاہوں نے ہمیشہ روحانی تربیت، اخلاقی اصلاح، علمی بیداری اور سماجی خدمت کے مراکز کی حیثیت سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اگر مدارس علم کے قلعے ہیں تو خانقاہیں دلوں کی آبادی اور روحوں کی آبیاری کے گلشن ہیں۔ یہی وہ مراکز ہیں جہاں انسان صرف کتابوں کا علم ہی نہیں سیکھتا بلکہ ادب، اخلاص، محبت، ایثار اور بندگیِ رب کا سلیقہ بھی حاصل کرتا ہے۔ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کا خانقاہی نظام اسی عظیم اسلامی روایت کا ایک روشن باب تھا۔

آپ کی خانقاہ محض اینٹ اور پتھر سے تعمیر شدہ ایک عمارت نہ تھی بلکہ وہ ایک ایسی روحانی بستی تھی جہاں دلوں کو سکون، ذہنوں کو رہنمائی اور روحوں کو تازگی نصیب ہوتی تھی۔ وہ ایک ایسے چشمۂ فیض کی مانند تھی جس سے علم، عرفان، محبت اور خدمتِ خلق کی نہریں مسلسل جاری رہتی تھیں۔ دور و نزدیک سے آنے والے تشنگانِ معرفت یہاں آکر اپنے دلوں کی پیاس بجھاتے تھے۔

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ﴾ (سورۃ الکھف:۲۸)
"اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ وابستہ رکھیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔"

یہ آیتِ کریمہ در حقیقت ان روحانی مجالس کی اہمیت کو واضح کرتی ہے جہاں اللہ کا ذکر، دین کی تعلیم اور اصلاحِ نفس کا عمل جاری رہتا ہے۔ حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ اسی قرآنی تعلیم کا عملی نمونہ تھی۔ آپ کے خانقاہی نظام کی بنیاد محبت پر تھی، نفرت پر نہیں؛ اصلاح پر تھی، تنقید پر نہیں؛ اور خدمت پر تھی، نمود و نمائش پر نہیں۔ جو شخص آپ کی خانقاہ میں داخل ہوتا وہ خود کو ایک ایسے روحانی باغ میں محسوس کرتا جہاں ذکر کے پھول کھلے ہوئے ہیں، اخلاص کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے اور محبت کی ہوائیں چل رہی ہیں۔

خانقاہ کا اصل مقصد انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنا اور مخلوقِ خدا کے حقوق ادا کرنے کا شعور دینا ہے۔ حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقصد کو اپنی زندگی میں عملی شکل دی۔ آپ کی خانقاہ میں ذکر و اذکار کے ساتھ ساتھ حسنِ اخلاق، خدمتِ خلق، ادبِ شریعت اور اتباعِ سنت کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"إنما بعثت لأتمم مكارم الأخلاق"
"مجھے بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

آپ کی خانقاہ در حقیقت اخلاقِ نبوی ﷺ کی تربیت گاہ تھی۔ وہاں آنے والوں کو صرف وظیفے اور اوراد ہی نہیں سکھائے جاتے تھے بلکہ عاجزی، انکساری، احترامِ انسانیت اور خیر خواہی کے عملی اسباق بھی دیے جاتے تھے۔

حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کا خانقاہی نظام ایک مضبوط درخت کی مانند تھا جس کی جڑیں شریعت میں پیوست تھیں، تنا طریقت سے مزین تھا، شاخیں معرفت سے آراستہ تھیں اور پھل خدمتِ خلق اور اصلاحِ معاشرہ کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ اسی لیے آپ کی خانقاہ سے وابستہ افراد صرف عبادت گزار ہی نہیں بلکہ معاشرے کے مفید، باکردار اور بااخلاق افراد بنتے تھے

آپ کی مجلس ایک روشن چراغ کی مانند تھی جس سے ہزاروں چراغ روشن ہوتے تھے مگر اس کی روشنی میں کوئی کمی نہیں آتی تھی۔ جس طرح دریا اپنے کناروں کو سرسبز بنا دیتا ہے، اسی طرح آپ کی خانقاہ نے بے شمار دلوں کو ایمان، محبت اور یقین کی دولت سے مالا مال کیا۔

خانقاہی نظام کی ایک بڑی خصوصیت "صحبت" ہے۔ کتابیں علم دیتی ہیں لیکن صحبت کردار بناتی ہے۔ حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے نہ جانے کتنے دلوں کو بدل دیا، کتنے گناہگاروں کو توبہ کی توفیق ملی، کتنے مایوس لوگوں کو امید ملی اور کتنے بھٹکے ہوئے افراد کو منزل کا راستہ ملا۔

آج جب مادیت، انفرادیت اور خود غرضی کے طوفان انسانی معاشرے کو متاثر کر رہے ہیں، ایسے وقت میں مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کا خانقاہی نظام ایک روشن مینارِ ہدایت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نظام ہمیں سکھاتا ہے کہ انسان کی ظاہری ترقی اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک اس کا باطن بھی ایمان، اخلاق اور روحانیت سے منور نہ ہو۔

بلاشبہ خانقاہیں امتِ مسلمہ کے روحانی قلعے ہیں اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ ان عظیم معماروں میں سے تھے جنھوں نے ان قلعوں کو محبت، اخلاص، ذکرِ الٰہی اور خدمتِ خلق کی بنیادوں پر استوار کیا۔ ان کا فیضان آج بھی طالبانِ حق کے لیے مشعلِ راہ اور سرچشمۂ ہدایت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیوض و برکات سے مستفید فرمائے، ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری خانقاہوں کو دین، روحانیت اور اصلاحِ امت کے حقیقی مراکز بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

مولانا سمیع اللہ نظامی و حافظ غلام علی سبحانی
دارالعلوم اہلسنت سبحانیہ غریب نواز گلرہا
مہنداول سنت کبیر نگر

لنگر اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ

قاری غلام نبی احمد نظامی

اسلام کی تعلیمات میں بھوکے کو کھانا کھلانا، محتاج کی مدد کرنا اور مسافر و ضرورت مند کی خبر گیری کرنا نہایت عظیم نیکی شمار کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اولیائے عظام اور صلحائے امت نے خدمتِ خلق کے اس پہلو کو ہمیشہ زندہ رکھا۔ خانقاہی نظام میں "لنگر" اسی جذبۂ ایثار، محبت اور انسان دوستی کا ایک روشن مظہر ہے۔ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ بھی اسی مبارک روایت کی امین تھی، جہاں لنگر محض کھانے کی تقسیم کا نام نہیں بلکہ محبت، مساوات اور کرم نوازی کا عملی درس تھا۔

لنگر دراصل اس دستر خوان کا نام ہے جس پر امیر و غریب، حاکم و محکوم، عالم و جاہل اور چھوٹا بڑا ایک ہی صف میں بیٹھ کر رزقِ خداوندی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں انسانوں کے درمیان موجود ظاہری تفریق کی دیواریں گر جاتی ہیں اور اخوت و مساوات کا حسین منظر سامنے آتا ہے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾ (سورۃ الإنسان:۸)
"اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔"

حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اس آیتِ مبارکہ کی عملی تفسیر تھی۔ آپ کے یہاں لنگر صرف پیٹ بھرنے کا ذریعہ نہیں تھا بلکہ دلوں کو جوڑنے اور انسانیت کو قریب لانے کا ایک مقدس وسیلہ تھا۔

آپ کی خانقاہ کا لنگر ایک ایسے دریا کی مانند تھا جس سے ہر پیاسا سیراب ہوتا تھا۔ دریا کبھی یہ نہیں پوچھتا کہ پانی لینے والا کون ہے، اسی طرح آپ کے لنگر میں آنے والے سے اس کی حیثیت، نسب، قوم یا دولت نہیں پوچھی جاتی تھی۔ ہر آنے والا اللہ کا مہمان سمجھا جاتا تھا اور عزت و محبت کے ساتھ اس کی خدمت کی جاتی تھی۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:
"أفشوا السلام وأطعموا الطعام"
"سلام کو عام کرو اور لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔"

حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعلیمِ نبوی ﷺ کو اپنی خانقاہ کی روایت بنا دیا تھا۔ آپ کے نزدیک بھوکے کو کھانا کھلانا صرف ایک سماجی خدمت نہیں بلکہ قربِ الٰہی حاصل کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ تھا۔

آپ کا لنگر ایک ایسے چراغ کی مانند تھا جس کی روشنی سے ہزاروں چراغ روشن ہوتے تھے۔ ایک شخص کھانا کھاتا، دعا دیتا اور اس کے دل میں محبت و اخلاص کا ایک نیا چراغ روشن ہو جاتا۔ یہی چراغ آگے چل کر دوسروں کے لیے خیر و بھلائی کا سبب بنتا۔

خانقاہی لنگر کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی تھی کہ اس میں تکبر کی جگہ عاجزی اور تفاخر کی جگہ مساوات ہوتی تھی۔ دستر خوان پر بیٹھنے والا امیر بھی وہی کھاتا تھا جو غریب کھاتا تھا۔ گویا یہ منظر اسلام کے اس عظیم پیغام کی عملی تصویر تھا کہ انسانوں کی اصل عزت تقویٰ میں ہے، مال و دولت میں نہیں۔

حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر ایک ایسے سایہ دار درخت کی مانند تھا جس کے نیچے ہر تھکا ہوا مسافر سکون پاتا تھا۔ کوئی بھوکا آتا تو روٹی ملتی، کوئی پریشان آتا تو تسلی ملتی، کوئی غمزدہ آتا تو دعا ملتی اور کوئی محروم آتا تو محبت ملتی۔ یوں لنگر جسموں کی غذا کے ساتھ روحوں کی غذا بھی فراہم کرتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کی خانقاہ کا لنگر محض کھانے کی دیگوں تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ انسانیت کی خدمت، اخوت کی ترویج اور محبت کے فروغ کا ایک مستقل مرکز تھا۔ وہاں روٹی کے ساتھ احترام ملتا تھا، سالن کے ساتھ خلوص ملتا تھا اور پانی کے ساتھ دعاؤں کی ٹھنڈک بھی نصیب ہوتی تھی۔ آج جب دنیا میں خود غرضی، مادہ پرستی اور انفرادیت کے رجحانات بڑھ رہے ہیں، مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کے لنگر کا پیغام پہلے سے زیادہ اہم ہو گیا ہے۔ یہ پیغام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ انسانیت کی اصل خدمت دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو اس کے بندوں تک پہنچانے میں ہے۔

بلاشبہ لنگر اولیائے کرام کی خانقاہوں کا دھڑکتا ہوا دل ہے، اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس دل کو محبت، سخاوت، ایثار اور خدمتِ خلق کے خون سے ہمیشہ زندہ رکھا۔ ان کا یہ فیضان آج بھی لوگوں کے دلوں میں اخوت، محبت اور انسان دوستی کے چراغ روشن کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بھوکوں کو کھانا کھلانے، ضرورت مندوں کی مدد کرنے اور اپنی زندگی کو خدمتِ خلق کے لیے وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

ظاہر و باطن اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا مفتی اقبال احمد مصباحی

اسلام ایک ایسا مکمل نظامِ حیات ہے جو انسان کی ظاہری زندگی کی بھی اصلاح کرتا ہے اور اس کے باطن کو بھی پاکیزگی و نورانیت سے آراستہ کرتا ہے۔ شریعت انسان کے ظاہر کو سنوارتی ہے اور طریقت اس کے باطن کو منور کرتی ہے۔ جب ظاہر و باطن دونوں ایک ہی مرکز یعنی رضائے الٰہی کے گرد جمع ہو جائیں تو انسان کمالِ بندگی کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اسی توازن، اعتدال اور جامعیت کی ایک روشن مثال تھی۔

آپ نے ہمیشہ اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ ظاہر اور باطن دو الگ راستے نہیں بلکہ ایک ہی منزل کی دو شاہراہیں ہیں۔ جو شخص صرف ظاہر پر اکتفا کرے وہ روحِ عبادت سے محروم رہ جاتا ہے، اور جو باطن کے نام پر شریعت سے دور ہو جائے وہ گمراہی کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اسی لیے آپ کی تعلیمات میں شریعت اور طریقت، علم اور عمل، عبادت اور اخلاص کا حسین امتزاج نمایاں نظر آتا ہے۔

قرآنِ کریم میں ارشادِ ربانی ہے:
﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَنظُرُ إِلَىٰ صُوَرِكُمْ وَلَا إِلَىٰ أَجْسَادِكُمْ وَلَٰكِن يَنظُرُ إِلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ﴾
مفہوم: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

یہی وہ حقیقت تھی جسے حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجالس اور تربیت کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں راسخ فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ خوبصورت لباس، لمبی عبادتیں اور خوش نما ظاہری شکل اس وقت تک مکمل نہیں ہوتیں جب تک دل اخلاص، عاجزی اور خوفِ خدا سے معمور نہ ہو۔

آپ ظاہر و باطن کی مثال ایک درخت سے دیا کرتے تھے۔ ظاہر اس درخت کی شاخوں، پتوں اور پھلوں کی مانند ہے جو لوگوں کو نظر آتے ہیں، جبکہ باطن اس کی جڑوں کی طرح ہے جو زمین کے اندر پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اگر جڑیں مضبوط ہوں تو درخت سرسبز رہتا ہے، لیکن اگر جڑیں کمزور ہو جائیں تو ظاہری خوبصورتی بھی زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح اگر دل صالح ہو تو اعمال میں نور پیدا ہوتا ہے اور اگر باطن خراب ہو تو عبادتیں بھی اپنی تاثیر کھو دیتی ہیں۔

حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں لوگوں کو صرف ظاہری احکام نہیں سکھائے جاتے تھے بلکہ دلوں کی اصلاح بھی کی جاتی تھی۔ نماز کی پابندی کے ساتھ خشوع و خضوع، روزے کے ساتھ تقویٰ، تلاوت کے ساتھ تدبر اور ذکر کے ساتھ اخلاص پیدا کرنے کی تلقین کی جاتی تھی۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:
"أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ"
"سن لو! جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، خبردار! وہ دل ہے۔"

حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری روحانی جدوجہد اسی قلب کی اصلاح کے لیے تھی۔ آپ جانتے تھے کہ دل درست ہو جائے تو زبان سچی ہو جاتی ہے، نگاہ پاکیزہ ہو جاتی ہے، معاملات شفاف ہو جاتے ہیں اور زندگی عبادت بن جاتی ہے۔

آپ کی شخصیت ایک ایسے آئینے کی مانند تھی جس میں ظاہر و باطن کی یکسانیت صاف دکھائی دیتی تھی۔ جو کچھ آپ کی زبان کہتی تھی وہی آپ کے عمل میں نظر آتا تھا، اور جو کچھ آپ کے عمل میں تھا وہی آپ کے دل میں موجود تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی بات دلوں میں اتر جاتی تھی، کیونکہ وہ الفاظ سے زیادہ کردار کی زبان بولتی تھی۔

جس طرح موتی سمندر کی تہہ میں پوشیدہ ہوتا ہے اور اس کی چمک سطح پر نظر آتی ہے، اسی طرح ایک مومن کا باطن اس کا اصل خزانہ ہوتا ہے جبکہ اس کے اعمال اس خزانے کی چمک ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو اس پوشیدہ خزانے کی حفاظت کا شعور دیا اور انہیں سکھایا کہ دل کی صفائی کے بغیر ظاہری نیکی ادھوری رہتی ہے۔

آپ کے نزدیک کامل انسان وہ تھا جس کے ظاہر میں سنتِ رسول ﷺ کی پیروی ہو اور باطن میں محبتِ الٰہی کی روشنی۔ جس کی زبان ذکرِ خدا سے تر ہو، دل خوفِ خدا سے معمور ہو، ہاتھ خدمتِ خلق میں مصروف ہوں اور کردار اخلاص و دیانت کا آئینہ دار ہو۔

آج جبکہ انسان ظاہری ترقی کی بلندیوں کو چھو رہا ہے لیکن باطنی سکون سے محروم ہوتا جا رہا ہے، مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پہلے سے زیادہ اہمیت اختیار کر گئی ہیں۔ آپ کا پیغام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ زندگی کی اصل کامیابی ظاہری چمک دمک میں نہیں بلکہ اس دل میں ہے جو اللہ کی یاد سے زندہ، اخلاص سے منور اور محبتِ رسول ﷺ سے معمور ہو۔

بلاشبہ حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیاتِ مبارکہ سے یہ ثابت کیا کہ ظاہر و باطن کا حسین امتزاج ہی انسان کو ولایت، معرفت اور قربِ الٰہی کی منزلوں تک پہنچاتا ہے۔ یہی ان کی تعلیمات کا جوہر اور ان کے فیضان کا روشن پیغام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ظاہر و باطن کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور مخدومُ الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا ملکی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات سے مستفید فرمائے۔
آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

مولانا مفتی اقبال احمد مصباحی
استاذ شعبۂ کمپیوٹر
دارالعلوم اہلسنت انوار العلوم گولا بازار گورکھپور

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

مریدین کی تربیت اور مخدوم الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا کی رحمۃ اللہ علیہ

اولیائے کرام کی خانقاہیں محض ذکر و اذکار کی محفلیں نہیں ہوتیں بلکہ وہ انسان سازی کے ایسے کارخانے ہوتے ہیں جہاں خام انسانوں کو تراش کر کردار، اخلاق اور روحانیت کے ایسے نمونے تیار کیے جاتے ہیں جو معاشرے کے لیے باعثِ خیر و برکت بن جاتے ہیں۔ ان خانقاہوں کی سب سے اہم ذمہ داری مریدین کی تربیت ہوتی ہے، کیونکہ تربیت کے بغیر علم بے روح اور نسبت بے ثمر رہ جاتی ہے۔ مخدوم الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا کی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عظیم فریضے کو اپنی زندگی کا اہم مقصد بنایا اور ہزاروں دلوں کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ خود ہدایت کے چراغ بن گئے۔

حضرت شاہ بھیکا کی رحمۃ اللہ علیہ جانتے تھے کہ انسان کی ظاہری اصلاح آسان ہے لیکن باطن کی اصلاح ایک مسلسل جدوجہد کا تقاضا کرتی ہے۔ اسی لیے آپ مرید کو محض بیعت کا کلمہ پڑھا کر چھوڑ نہیں دیتے تھے بلکہ اس کے اخلاق، عادات، معاملات اور روحانی کیفیت پر بھی خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

قرآنِ کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ﴾ (سورۃ الجمعۃ: ۲)

"وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات تلاوت فرماتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ تعلیم کے ساتھ تزکیہ بھی ضروری ہے۔ حضرت شاہ بھیکا کی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا نظام اسی نبوی منہج کا آئینہ دار تھا، جہاں علم کے ساتھ عمل، ذکر کے ساتھ فکر اور نسبت کے ساتھ اصلاحِ نفس پر زور دیا جاتا تھا۔

آپ کی تربیت ایک ماہر باغبان کی تربیت کی مانند تھی۔ باغبان جانتا ہے کہ ہر پودے کی ضرورت الگ ہوتی ہے؛ کسی کو زیادہ پانی چاہیے، کسی کو دھوپ اور کسی کو خصوصی نگہداشت۔ اسی طرح آپ ہر مرید کے مزاج، حالات اور روحانی استعداد کے مطابق اس کی رہنمائی فرماتے تھے۔ کسی کو صبر کی تلقین کرتے، کسی کو تواضع کی، کسی کو خدمتِ خلق کی اور کسی کو کثرتِ ذکر کی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مریدی صرف ہاتھ میں ہاتھ دینے کا نام نہیں بلکہ اپنے نفس کی اصلاح اور اپنے شیخ کی نصیحتوں پر عمل کرنے کا نام ہے۔ جو شخص اپنے اخلاق کو نہ بدلے، اپنی زبان کو نہ سنوارے اور اپنے معاملات کو درست نہ کرے، وہ بیعت کے مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا"

"میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

اولیائے کرام درحقیقت اسی تعلیم نبوی ﷺ کے وارث ہوتے ہیں۔ حضرت شاہ بھیکا کی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے مریدین کے لیے ایک شفیق استاد، مہربان مربی اور خیر خواہ رہنما تھے۔ آپ کی تربیت میں سختی کم اور محبت زیادہ تھی، حکم کم اور نمونہ زیادہ تھا، وعظ کم اور عمل زیادہ تھا۔

آپ کی خانقاہ ایک ایسی درسگاہ تھی جہاں مریدین کو عاجزی سکھائی جاتی تھی۔ تکبر کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے خدمت کرائی جاتی، صبر پیدا کرنے کے لیے آزمائشوں پر راضی رہنے کی تعلیم دی جاتی اور اخلاص پیدا کرنے کے لیے شہرت و نمود سے دور رہنے کا درس دیا جاتا تھا۔

آپ کی تربیت کا انداز ایک روشن چراغ کی مانند تھا۔ چراغ آواز نہیں دیتا، مگر اپنی روشنی سے راستہ دکھا دیتا ہے۔ اسی طرح آپ کا کردار ہی سب سے بڑی نصیحت تھا۔ مرید آپ کی زندگی کو دیکھ کر سیکھتے تھے کہ عبادت کیا ہے، خدمت کیا ہے، محبت کیا ہے اور بندگی کیا ہے۔ جس طرح لوہار آگ میں تپا کر لوہے کو کارآمد بناتا ہے، اسی طرح شیخِ کامل مرید کے نفس کو مجاہدہ، ذکر، خدمت اور اطاعت کے ذریعے سنوارتا ہے۔ حضرت شاہ بھیکا کی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت نے بے شمار لوگوں کے دلوں سے غرور، حسد، خود پسندی اور دنیا پرستی کو نکال کر ان میں اخلاص، تقویٰ، محبت اور ایثار پیدا کیا۔

آپ مریدین کو ہمیشہ یہ نصیحت فرماتے تھے کہ خانقاہ کا اصل مقصد کرامات کا حصول نہیں بلکہ اخلاقِ نبوی ﷺ کو اپنانا ہے۔ اگر کسی کے اندر عاجزی، سچائی، امانت داری، حسنِ سلوک اور خدمتِ خلق پیدا نہ ہو تو اس کی روحانی ترقی ادھوری ہے۔

آج جبکہ نوجوان نسل فکری انتشار، اخلاقی کمزوری اور روحانی خلا کا شکار ہے، مخدوم الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا کی رحمۃ اللہ علیہ کا تربیتی نظام ایک روشن نمونہ پیش کرتا ہے۔ یہ نظام ہمیں بتاتا ہے کہ افراد کی اصلاح سے خاندان بنتے ہیں، خاندانوں کی اصلاح سے معاشرہ سنورتا ہے اور معاشرے کی اصلاح سے قومیں عروج حاصل کرتی ہیں۔ بلاشبہ حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا کی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کامیابی صرف مریدوں کی کثرت نہیں بلکہ ایسے مریدین کی تیاری تھی جو علم، عمل، اخلاص اور خدمتِ خلق کے پیکر بن کر معاشرے میں خیر و بھلائی کا ذریعہ بنے۔ یہی کسی شیخِ کامل کی حقیقی کامیابی اور خانقاہی نظام کی اصل روح ہے۔ اللہ تعالیٰ مخدوم الکل حضرت سید قیام الدین شاہ بھیکا کی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کو جاری رکھے اور ہمیں بھی ایسے صالح، باعمل اور مخلص افراد بننے کی توفیق عطا فرمائے جو دین، ملت اور انسانیت کے لیے نفع بخش ہوں۔

حافظ محمد اسلم سبحانی
استاذ دارالعلوم اہلسنت انجمن اسلامیہ
پڈرونہ ضلع کشی نگر

خودی نہ بیچ تو، ذرا سا آہنی بن جا

سرفراز عالم پٹنہ

آج عالمی پیمانے پر امت مسلمہ غیر مستحکم دنیا کے پیچھے اس طرح بھاگ رہی کہ فکری اور عملی طور پر لگ بھگ مفلوج ہو چکی ہے۔ دنیا کی لالچ میں خودی لگ بھگ بک چکی ہے۔ موجودہ دور میں دولت سے سحر شدہ دنیا میں سب سے زیادہ خودی کا سودا کیا جا رہا ہے۔ ہر دن لوگوں کی اکثریت دنیا داری کے نام پر زندگی کے رہنما اصولوں سے سمجھوتا کر رہی ہے۔ ہر شخص زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی فکر میں مبتلا ہے۔ لگ بھگ تمام انسانی رشتے کمزور ہو چکے ہیں۔ امیر اور غریب لوگوں کے بیچ کی دوریاں بڑھ گئی ہیں۔ واضح رہے کہ دنیا بیزاری سے ہی خودی کی ترقی ممکن ہے۔ ہمیں چاہیے کہ دنیا میں رہیں لیکن دنیا پرست نہ بن جائیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ امت مسلمہ کا ہر فرد اپنا بھولا ہوا سبق یاد کرے اور اپنی خودی کو پھر سے عروج دینے کے لئے تمام طرح کی قربانیوں کے لئے تیار ہو جائے۔ ہر فرد سب سے پہلے اپنا محاسبہ کرے، کمیوں اور کوتاہیوں کو اپنی زندگی سے نکال دے۔ دنیا کی لالچ میں نفس پروری سے بعض آئے۔ اپنی غیر ضروری خواہشات کی تکمیل سے پرہیز کرے۔ قومی اور مسلکی تصادم سے دست بردار ہو کر ملت کی سربراہی کے لئے مل جل کر گھروں سے باہر نکلے۔ ضرورت مندوں کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے سے بھی گریز نہ کرے۔ ممکن حد تک انسانوں کی خدمت کرے یہاں تک کہ شیعہ سنی اختلافات کو بھی در گور کر کے قرآن و احادیث کی بنیاد پر حقیقی اسلامی تصور کا نمونہ بن جائے۔ اہل تشیع بھی قرآن میں مذکور پانچ بنیادی عقائد ("اللہ، ملائکہ، انبیاء، کتب اور آخرت پر ایمان رکھنا"۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۷۷) کی بنیاد پر امت مسلمہ کا مضبوط حصہ ہیں۔ ان قرآنی عقائد کے علاوہ ان کی غلطیوں کا حساب لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔ مسلم حکومتیں بھی اپنی خودی کو بلند کریں تاکہ آئندہ "غزہ" اور "فلسطین" جیسے حالات نہ پیدا ہوں۔ آئیے ہم سب مل کر اپنے تمام اختلافات کو بھلا کر ایک ایسی آہنی دیوار بن جائیں کہ خدا ہر بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے..!

انسانی زندگی کی مکمل بنیاد خودی (Ego) یا خود شناسی (Self Identity) پر ٹکی ہوئی ہے۔ احساس ذمہ داری پر ہی خودی کی عمارت قائم رہتی ہے۔ لاپرواہ ہوئے تو خودی ذی فراش ہو جاتی ہے۔ جب جب کسی فرد یا قوم نے اپنی خودی کو پہچانا ہے تب تب اس کو عروج حاصل ہوا ہے۔ جیسے ہی قوم خود شناس ہوتی ہے وہ ایک مرد آہن اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتی ہے۔ آج زمانہ پھر سے مومنین کو محاسبہ کے ذریعہ اپنی "خودی" کو پہچاننے کی دعوت دے رہا ہے۔ دور نبوت سے لگ بھگ ۱۴۵۰ سال کے بعد خودی کو خود غرضی سے باہر نکال کر "صرف ذرا سا فولادی" بن جانے کی گہار لگا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آج بھی ۱۰۰۰ کے مقابلے کے لیے ۳۱۳ کی مدد کے لئے تیار بیٹھا ہے۔ مسلم امت تعداد کے لحاظ سے دنیا کی دوسری سب سے بڑی آبادی ہے لیکن افسوس عیش و عشرت میں ڈوب کر اکثریت خودی کا سودا کر بیٹھی ہے۔ سمندر کی جھاگ کی طرح ہوا سے ہچکولے کھا رہی ہے۔ اسلام نے تو امتِ واحدہ کی تعلیم دی تھی، ہم خانوں میں بٹ کر تنکے کی طرح بکھر چکے ہیں اور دنیا میں ذلیل خوار ہو رہے ہیں۔

خودی دراصل (Ego) بڑھانے نہیں بلکہ خود کی پہچان کرنے کا نام ہے۔ خودی گئی تو زندگی بے معنی ہو جاتی ہے۔ یہی وہ طاقت اور خصوصیت ہے جس کی حفاظت کے لئے انسان زندگی کی تگ و دو میں آنے والی پریشانیوں سے لڑ کر اُبَر پاتا ہے۔ بہت غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ زندگی کی مشکلات کو انسان اکثر شکست دے کر اپنی ذات میں خودی Ego یا Self identity کو زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ خودی کا احساس، اس کی حفاظت اور ترقی کی کوششیں اسلامی تعلیمات کا مرکزی نکتہ بھی ہیں۔

قرآن مجید میں "خودی" کا تصور مختلف طریقوں سے بیان ہوا ہے۔ اگرچہ یہ اصطلاح براہِ راست قرآن میں استعمال نہیں ہوئی ہے لیکن بیشتر آیات تزکیہ نفس کے ذریعہ اپنی خودی کو بلند کرنے کی تاکید کرتی ہیں۔ قرآن مجید میں "خودی" کا تصور درحقیقت اپنی حقیقی پہچان، اپنی عاجزی اور اللہ کے سامنے جوابدہی کے احساس پر مبنی ہے۔ یہ انا پرستی نہیں، بلکہ اپنی ذات کو اللہ کی مرضی کے تابع کرنے کا نام ہے۔ قرآن میں انسان کو اپنی حقیقت، اپنی کمزوریوں، اپنی ذمہ داریوں اور اپنے رب کے ساتھ تعلق کو سمجھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

سورہ الشمس آیت ۹ اور ۱۰ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ:- بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا، اور نامراد ہوا جس نے اسے گناہوں میں دھنسا دیا"۔

جو شخص یا قوم جب اپنی خودی سے واقف ہو جاتی ہے تب خود احتسابی کے لئے تیار ہوتی ہے جو جوابدہی کا آخری زینہ، کامیابی کی کنجی، مقصد حیات، رجوع الی اللہ اور ہمیشگی کی زندگی کے لئے سکون کا ذریعہ ہے۔

سورۃ الحشر: ۱۸ میں اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ترغیب دیتا ہے۔

ترجمہ:- "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے کیا بھیجا ہے"۔

خودی کا تصور علامہ اقبال کے فلسفے کا مرکزی نکتہ ہے، جسے وہ انسانی وجود کی شناخت، خود آگاہی، اور روحانی بلندی کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے یہاں خودی "بے خودی" نہیں ہے۔ خودی "بیداری اور خود آگاہی" ہے۔ یہ لفظ فارسی سے ماخوذ ہے، لیکن اقبال نے اسے روایتی معنوں (مثلاً غرور یا انانیت) سے ہٹ کر ایک وسیع فلسفیانہ مفہوم عطا کیا۔ اقبال کے نزدیک خودی سے مراد "احساسِ ذات"، "خود شناسی"، اور "خودداری کا جذبہ" ہے۔ یہ تکبر یا خود پرستی نہیں، بلکہ اپنی صلاحیتوں کا ادراک اور انہیں بروئے کار لانے کی صلاحیت ہے۔ خودی کو وہ "رازِ درونِ حیات" اور "بیداریِ کائنات" قرار دیتے ہیں۔ اقبال نے خودی کو فرد تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے قومی اور تہذیبی نشوونما کا ذریعہ بھی قرار دیا۔ ان کا ماننا تھا کہ خودی کی تربیت سے ہی مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

اقبال کی نظر میں خودی ایک فعال اور بیدار کیفیت ہے۔ اقبال کی خودی کا تعلق خودداری اور عمل سے ہے۔ یہ صرف ایک نظریہ نہیں، بلکہ عملی زندگی کا رہنما اصول ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کو خدا کی عطا کردہ صلاحیتوں کے ذریعے پہچانے اور اسے اللہ کی رضا کے تابع کرے۔ خودی کا مقصد صرف اپنی ذات تک محدود نہیں، بلکہ دوسروں کی بہبودی کے لیے کام کرنا ہے۔ اقبال کے مطابق، حقیقی خودی انسان کو "مردِ مومن" بناتی ہے جو دوسروں کے لیے مشعلِ راہ ہوتا ہے۔ خودی انسان کو اخلاقی بلندی اور روحانی ترقی کی طرف لے جاتی ہے، جہاں وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر معاشرے کی تعمیر کرتا ہے۔ یہ تصور انسان کو خوابِ غفلت سے جگاتا ہے اور اسے ایک فعال، باشعور اور بااختیار فرد بناتا ہے۔ جیسا کہ اقبال فرماتے ہیں:

"خودی کی نگہبانی کر، اس گوہر ہے بے بہا..!"

یہ شعر بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خودی کی حفاظت علم اور دلیل کے بغیر ممکن نہیں۔

اقبال کے نزدیک انسان کے اعمال ہی ہیں جو اس کی "خودی" کو مضبوط کرتے ہیں یا اس کی ہلاکت کا باعث بنتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انسان کے اعمال ہی پر "خودی" کا فنا ہونا یا موت کے بعد زندہ رہنا موقوف ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حیات بعد موت انسان کا حق نہیں بلکہ وہ اس کا امیدوار ہے۔ اگر خودی نے اپنے عمل اور کوشش کی بدولت اتنا استحکام پیدا کر لیا ہے کہ موت اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکے تو اس صورت میں موت بھی اس کے لیے ایک راستہ ہوگا۔ اسی راستہ کو قرآن مجید "برزخ" کا نام دیتا ہے۔

اقبال کے نزدیک، خودی کی تکمیل صرف اجتماعی ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے ہی ممکن ہے۔ فرد کو اپنی ذات تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ معاشرے کی بہتری کے لیے کام کرنا چاہیے۔ اقبال کی فکر میں خودی اور اجتماعیت ایک دوسرے کے متضاد نہیں۔

علامہ اقبال کے درج ذیل اردو اشعار بھی اسی سیاق میں ہیں:

"ذرا تقدیر کی گہرائیوں میں ڈوب جا تو بھی
کہ اس جنگاہ سے میں بن کے تیغ بے نیام آیا
خودی کے ساز میں ہے عمر جاوید اں کا سراغ
خودی کے سوز سے روشن ہے امتوں کے چراغ"

خودی بغیر اجتماعیت "انانیت" (Egoism) بن سکتی ہے۔ اجتماعیت بغیر خودی کے تقلید اور محکومی کا باعث بنتی ہے۔ اقبال کے مطابق، ایک مثالی معاشرہ وہی ہے جہاں افراد اپنی خودی کو پہچانتے ہوئے اجتماعی مقاصد کے لیے کام کریں۔ یہی تصور اسلامی تعلیمات کے اصول "اخوت" اور "امت" سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔

"ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ"

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ امت کا ہر فرد دنیا کے مکر و فریب سے باہر نکلے، اپنی بقا کا مقصد سمجھے، اور اپنے آس پاس کے معاشرے کی تعمیر نو کے لیے کمر کس لے۔ اپنی خودی کو اتنا بلند کر دے کہ زندگی پر فخر محسوس ہو۔ دنیا سے جائے تو پیشانی پر رتی بھر شکن نہ ہو کہ ہم نے زندگی صرف دنیا کے لیے برباد کر دیا۔ فرشتے آسمان پر چرچا کریں کہ یہ شخص اپنی آخرت سنوار کر آیا ہے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب ہم دنیا بیزار ہو کر خودی کو مضبوط بنائیں گے۔ افسوس انہیں کوتاہیوں کی وجہ سے آج مسلمانوں کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے تالا لگا دیا ہے۔ جب مغربی اور یورپی ممالک دولت کے نقصانات کو سمجھ کر انسانی قدروں کو پہچان کر زندگی میں برت رہے ہیں، امت مسلمہ (وھن) یعنی دولت کی محبت میں گرفتار ہو کر انسانی قدروں سے نابلد ہوتی جا رہی ہے۔ ان دنوں ایسا لگتا ہے کہ اب ہم نے آخرت فراموشی کو اپنے اوپر خود ہی مسلط کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

سرفراز عالم عالم گنج پٹنہ رابطہ

زندگی کے آخری حصے میں حج کا انتظار... دانشمندی یا غفلت؟

ڈاکٹر محمد عبدالسمیع ندوی اورنگ آبادی
حال مقیم:
بلڈنگ نمبر ۳۰۳ روم نمبر ۲۰۷
ہوٹل اسفار الحجاز ۲ مکہ معظمہ
موبائل: ۹۳۲۵۲۱۷۳۰۶

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک عظیم رکن اور ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾

"اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔"

لیکن افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں حج جیسی عظیم عبادت کو اکثر لوگ زندگی کے آخری مرحلے تک مؤخر کرتے رہتے ہیں۔ عمومی ذہنیت یہ بن چکی ہے کہ پہلے دنیا کے تمام معاملات نمٹا لیے جائیں، گھر بن جائے، کاروبار مستحکم ہو جائے، بچوں کی تعلیم اور شادیاں مکمل ہو جائیں، پھر بڑھاپے میں حج کر لیا جائے گا۔ حالانکہ یہ سوچ نہ صرف غیر متوازن ہے بلکہ بسا اوقات انسان کو اس عظیم سعادت سے محروم بھی کر دیتی ہے۔

آج مکہ مکرمہ میں مختلف ممالک سے آئے ہوئے عمر رسیدہ حجاج سے ملاقات کے دوران بارہا یہ احساس شدت کے ساتھ ابھرتا ہے کہ زندگی بھر "بعد میں حج کر لیں گے" کی سوچ انسان کو کتنے بڑے خسارے میں مبتلا کر دیتی ہے۔

کئی بزرگ حجاج وہیل چیئر پر بیٹھے حسرت بھرے لہجے میں کہتے ہیں:

"کاش! جوانی میں آ گئے ہوتے..."

کسی کے پاس جوانی میں صحت بھی تھی، طاقت بھی تھی اور مالی استطاعت بھی، مگر ہر مرتبہ کوئی نہ کوئی دنیاوی مصروفیت حج پر ترجیح حاصل کر گئی۔ کسی نے سوچا پہلے گھر مکمل ہو جائے، کسی نے کہا پہلے کاروبار مستحکم ہو جائے، کسی نے بچوں کی شادیوں اور ذمہ داریوں کو مقدم رکھا۔ یہاں تک کہ عمر ڈھل گئی، جسم کمزور ہو گیا، بیماریاں بڑھ گئیں، اور اب عبادت کی وہ لذت، وہ توانائی اور وہ روحانی کیفیت باقی نہ رہی جو جوانی میں حاصل ہو سکتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ حج صرف مالی عبادت نہیں، بلکہ یہ جسمانی اور روحانی مشقت کا مجموعہ ہے۔ طواف، سعی، منیٰ، عرفات، مزدلفہ، شدید گرمی، ہجوم، مسلسل چلنا، عبادات میں انہماک، یہ سب ایسی چیزیں ہیں جن کے لیے صرف پیسہ کافی نہیں، بلکہ صحت، قوت اور حوصلہ بھی ضروری ہے۔ اور زندگی کا تجربہ یہی بتاتا ہے کہ مال، صحت اور وقت ہمیشہ ایک ساتھ جمع نہیں رہتے۔

جوانی میں انسان کے پاس طاقت ہوتی ہے مگر وہ دنیا کے پیچھے بھاگ رہا ہوتا ہے۔ بڑھاپے میں کچھ مال آتا ہے تو جسم ساتھ چھوڑنے لگتا ہے۔ پھر انسان کے پاس صرف حسرتیں رہ جاتی ہیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ دنیا کے مسائل کبھی ختم نہیں ہوتے۔

ایک ضرورت پوری ہوتی ہے تو دوسری سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔

پہلے ملازمت کی فکر، پھر ترقی کی فکر، اس کے بعد شادی، پھر بچوں کی تعلیم، پھر گھر، پھر بچوں کی شادیاں، پھر مستقبل کے اندیشے... انسان پوری زندگی "ابھی نہیں، بعد میں" کے جال میں پھنسا رہتا ہے۔ شیطان بھی انسان کو یہی یقین دلاتا رہتا ہے کہ ابھی بہت وقت باقی ہے۔

حالانکہ اسلام نے حج کی فرضیت کے لیے غیر معمولی مالداری شرط نہیں رکھی۔ استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے پاس حج کے سفر اور واپسی تک کے اخراجات ہوں اور اس کی غیر موجودگی میں اہل و عیال کے ضروری اخراجات کا مناسب انتظام موجود ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ انسان کے پاس لاکھوں روپے کی پرائیویٹ حج اسکیم کا بجٹ ہو۔ اگر ایک مسلمان حکومت کی عام حج اسکیم یا متوسط درجے کے انتظامات کے ساتھ حج کر سکتا ہے تو وہ صاحبِ استطاعت شمار ہو گا، اور اس پر حج کی فرضیت عائد ہو جائے گی۔

افسوس یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں بعض اوقات شادیوں پر حج سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے۔ کئی خاندان لاکھوں روپے تقریبات، رسموں اور نمود و نمائش پر خرچ کر دیتے ہیں، مگر حج کو مسلسل مؤخر کرتے رہتے ہیں۔ یہ ترجیحات کا بحران ہے، جس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

خوش آئند بات یہ ہے کہ نئی نسل میں اس حوالے سے ایک مثبت تبدیلی محسوس ہو رہی ہے۔ آج مکہ مکرمہ میں بڑی تعداد میں نوجوان حجاج نظر آتے ہیں جو اپنی جوانی ہی میں اس فرض کی ادائیگی کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض اکیلے آئے ہیں، بعض اپنے والدین کو ساتھ لائے ہیں، اور بعض اپنی اہلیہ کے ساتھ بھی موجود ہیں۔ ان نوجوانوں کی گفتگو میں ایک واضح دینی شعور محسوس ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"جب مجھ پر حج فرض ہو گیا تو اسے مؤخر کیوں کروں؟"

یہی سوچ دراصل اسلامی مزاج کے زیادہ قریب ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ حج انفرادی فرض ہے۔ اگر ایک شخص اپنے والدین، بیوی یا بچوں کو بھی حج کرواتا ہے تو یہ بہت بڑی سعادت اور احسان کا درجہ رکھتا ہے، لیکن اصل فرض سب سے پہلے خود اپنے ذمہ ادا کرنا ضروری ہے۔

آج سے چند دہائیاں پہلے حج کا سفر انتہائی دشوار تھا۔ لمبے سمندری سفر، محدود سہولیات اور شدید مشقت کے باوجود لوگ حج کے شوق میں نکل پڑتے تھے۔ آج سفر آسان ہو گیا، ہوائی جہاز، ایئر کنڈیشنڈ بسیں، ہوٹل، جدید سہولیات سب میسر ہیں، مگر ہماری قوتِ برداشت کم ہو گئی ہے۔ اس لیے سہولتوں کے باوجود حج کی مشقت اپنی جگہ موجود ہے، خصوصاً عمر رسیدہ افراد کے لیے۔

انسان کو چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ صحت، طاقت اور مالی وسعت عطا فرمائے تو وہ اس عظیم عبادت میں تاخیر نہ کرے۔ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ کل صحت باقی رہے گی، فرصت ملے گی یا زندگی وفا کرے گی۔

کتنے ہی لوگ ایسے تھے جو نیتیں کرتے رہے، منصوبے بناتے رہے، مگر اچانک بیماری، حادثہ یا موت نے مہلت ہی نہ دی۔ پھر صرف افسوس باقی رہ گیا۔

حج صرف ایک سفر نہیں، بلکہ بندے اور رب کے درمیان تعلق کی تجدید کا عظیم موقع ہے۔ جو شخص اللہ کے گھر کی طرف قدم بڑھاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا فرماتے ہیں۔ بے شمار لوگ اپنی زندگی کے تجربات سے یہ بات بیان کرتے ہیں کہ جب انہوں نے اللہ پر بھروسہ کر کے حج کا ارادہ کیا تو ایسے اسباب پیدا ہوئے جن کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

\ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے گمان کے مطابق معاملہ فرماتے ہیں۔ اگر بندہ یقینِ کامل کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہو تو اللہ تعالیٰ نہ صرف حج کی راہیں آسان فرماتے ہیں بلکہ زندگی کے دیگر معاملات میں بھی برکتیں عطا فرماتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حج کو "بڑھاپے کی عبادت" سمجھنے کے بجائے "زندگی کی ترجیح" بنائیں۔ کیونکہ جوانی کی عبادت، جوانی کی طاقت اور جوانی کا اخلاص انسان کے لیے آخرت کا عظیم سرمایہ بنتا ہے۔

اگر آپ ابھی تک حج ادا نہیں کر سکے ہیں تو سنجیدگی کے ساتھ اپنی استطاعت کا جائزہ لیجیے۔ دنیا کے ختم نہ ہونے والے منصوبوں کے درمیان اس فرضِ عظیم کو مسلسل مؤخر مت کیجیے۔ گھر، کاروبار، شادی، تعلیم اور دنیا کی دیگر ضروریات اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن اللہ کے گھر کی حاضری ان سب سے بڑھ کر ہے۔

ممکن ہے آج آپ کے پاس صحت ہو، وقت ہو، طاقت ہو اور موقع بھی...

کل ان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے

اللہ تعالیٰ ہر صاحبِ استطاعت مسلمان کو بروقت حج ادا کرنے کی توفیق، ہمت، اخلاص اور آسانی عطا فرمائے، اور ہمیں اپنی زندگی کی ترجیحات کو دین کے مطابق ترتیب دینے کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر محمد عبدالسمیع ندوی اورنگ آبادی

وزیرِ اعلیٰ لمبنی پردیش اور میئر شیوراج نگر پالیکا سے اہم ملاقاتیں

دینی و تعلیمی اداروں کی ترقی کے لیے مؤثر پیش رفت
الحمد للہ رب العالمین! دینی، تعلیمی اور رفاہی اداروں کی تعمیر و ترقی کے لیے کی جانے والی سنجیدہ کوششیں اس وقت بارآور ثابت ہوتی ہیں جب اہلِ درد و اخلاص اپنے مشن کو لے کر ذمہ دار شخصیات تک پہنچتے ہیں اور قومی ضروریات کو مؤثر انداز میں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اسی مبارک سلسلے کی ایک اہم کڑی کے طور پر آج مورخہ ۲۰۸۳/۰۲/۱۹ کو دو نہایت اہم اور حوصلہ افزا ملاقاتیں انجام پائیں، جن سے مستقبل میں علاقے کی دینی و سماجی ضروریات کی تکمیل کی نئی امیدیں وابستہ ہوگئی ہیں۔

سب سے پہلے لُمبنی پردیش کے معزز وزیرِ اعلیٰ جناب چیت نارائن آچاریہ صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اس موقع پر رضا جامع مسجد کپلوستو کے صدر محترم جناب حاجی جمشیر علی صاحب، جناب عبدالرحمن شاہ صاحب اور راقم الحروف نوشاد احمد قادری وزیرِ اعلیٰ کے دفتر پہنچے۔ ملاقات کا بنیادی مقصد رضا جامع مسجد، جامعہ مسکینیہ مدرسہ، عیدگاہ اور قبرستان کی تعمیر، تزئین و آرائش، استحکام اور ترقی کے لیے ایک باضابطہ درخواست پیش کرنا تھا۔ الحمد للہ! جناب حاجی جمشیر علی صاحب نے نہایت مؤثر، مدلل اور پُراثر انداز میں ان دینی و سماجی مراکز کی اہمیت، افادیت اور موجودہ ضروریات کو وزیرِ اعلیٰ کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ مسجد، مدرسہ، عیدگاہ اور قبرستان کسی بھی اسلامی معاشرے کی بنیادی شناخت اور دینی و تہذیبی

سی ایم جیت نرائن اچاریہ سے ملاقات

وراثت ہوتے ہیں، جن کی ترقی دراصل معاشرے کی فکری، اخلاقی اور روحانی ترقی کا ذریعہ بنتی ہے۔
وزیرِ اعلیٰ صاحب نے نہایت توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ تمام گزارشات سماعت فرمائیں اور ان مطالبات کو مثبت انداز میں قبول کرتے ہوئے مستقبل میں ہر ممکن تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

اسی روز شیوراج نگر پالیکا کے معزز میئر جناب اجے تھاپا صاحب سے بھی ایک نہایت خوشگوار اور نتیجہ خیز ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں بھی جناب حاجی جمشیر علی صاحب کے ہمراہ راقم الحروف شریک رہا۔ میئر صاحب کے سامنے مسجد، عیدگاہ اور قبرستان سے متعلق مختلف ترقیاتی منصوبوں اور بنیادی ضروریات کے لیے بجٹ کی فراہمی کی درخواست پیش کی گئی۔ جناب حاجی جمشیر علی صاحب نے انتہائی منظم اور مؤثر انداز میں قبرستان میں میت انتظار گاہ (شَو پرتیکشالیہ) کی تعمیر، عیدگاہ تک جانے والی سڑک کی تعمیر و مرمت، مسجد کے زیرِ التوا تعمیراتی کاموں

کی تکمیل اور دیگر ضروری ترقیاتی منصوبوں کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ میئر صاحب نے نہایت خوش دلی کے ساتھ ان تمام مطالبات کو سنا اور یقین دلایا کہ عوامی اور دینی اہمیت کے حامل ان منصوبوں کی تکمیل کے لیے ممکنہ حد تک بہتر تعاون فراہم کیا جائے گا اور متعلقہ سرکاری کارروائی کو آگے بڑھانے کی کوشش کی جائے گی۔

بلاشبہ یہ دونوں ملاقاتیں نہایت مثبت، امید افزا اور حوصلہ افزا ثابت ہوئیں۔ ان سے یہ امید روشن ہوئی ہے کہ ان شاء اللہ مستقبل قریب میں مسجد، مدرسہ، عیدگاہ اور قبرستان کی ترقی و تعمیر کے منصوبوں کو نئی رفتار ملے گی اور یہ ادارے پہلے سے زیادہ بہتر انداز میں دینی، تعلیمی اور سماجی خدمات انجام دے سکیں گے۔ ایسے اداروں کی مضبوطی دراصل ایک صالح اور باکردار معاشرے کی تشکیل کی بنیاد ہے، اور ان کی خدمت ایک عظیم صدقۂ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہیں کہ اس نے اس خیر کے کام کے لیے اسباب مہیا فرمائے۔ دعا ہے کہ ربِ کریم ان تمام کوششوں کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، ان ملاقاتوں کو قوم و ملت کے لیے نفع بخش بنائے، اور اس مبارک جدوجہد میں شامل تمام حضرات کو دنیا و آخرت کی بہترین جزاؤں سے نوازے۔
آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

نوشاد احمد قادری
پرنسپل، جامعہ اہلِ سنت مصباح العلوم مسکینیہ
چنروٹا، کپلوستو، نیپال

کاشت کار کی محنت اور اس کا پھل

ارشاد احمد
۷ ذی الحجہ ۱۴۴۷ھ
۲۵ مئی ۲۰۲۶ء

دنیا میں وہی انسان ترقی کے زینے طے کر سکتا ہے جو جدوجہد کرنے والا ہو، اور اس کا دل جی چرانے سے عاری ہو وہ ہمیشہ محنت ہی کرنا چاہتا ہے، کوئی چیز مفت میں لینے سے گریز کرتا ہے، کیوں کہ اسے بلا معاوضہ سازوسامان لینا مرغوب نہیں ہوتا ہے، اس کے برخلاف آرام پرست کے وہ ہمیشہ تاک میں رہتا ہے کہ کب؟ کس موقع پر؟ کونسی چیز مفت تقسیم ہو رہی ہے، اگر کوئی شخص کچھ کرنے کے لیے اس سے کہہ دے تو ہزاروں خیالات اس کے ذہن میں گردش کرنے لگتے ہیں سوچوں کا سیلاب اس کے دماغ میں اُمڈ پڑتا ہے کہ کیا جائے یا نہیں؟۔

انہی میں سے ایک مثال کاشتکار کی ہے جو بڑے محنتی ہوتے ہیں، سخت دھوپ میں کاشت میں تخم ریزی کرتے ہیں، اس کی نگہبانی کرتے ہیں چشم فلک نظر رحم کرے تو فبہا ورنہ آب پاشی کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں، مسلسل وقت اور حالات کے مطابق اس کی ضرورت کے موافق کھاد بھونسا ڈال کر زمین کو ہموار کر کے قابل زراعت بناتے ہیں قابلِ زراعت بناتے ہیں، جس کے بعد سابقہ بوئے ہوئے بیج کی افزائش ایک معین مدت تک ہوتی ہے پھر جب وہ اپنے انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو کاٹنے کا عمل کرتے ہیں، اور اسے اس جگہ لے جاتے ہیں جہاں فصل کاشت کرنی ہوتی ہے،

وہاں رقبے اور ضرورت کے مطابق جتنا وقت صرف کر کے پودے لگائے جاتے ہیں، بعض جگہ دیکھا جاتا ہے کہ ملازمین بھی اجرت پر مقرر کیے جاتے ہیں، جو پوری دیانت داری کے ساتھ اپنی ذمہ داری نبھاتے ہیں، اس کام کی تکمیل کے بعد مرحلہ وار دوسرے کام انجام دیتے ہیں، کھاد ڈالتے ہیں، جیسے ہی پودے نشوونما پانے لگتے ہیں کسان باقاعدگی سے اپنی کاشت گاہ کا رخ کرتے ہیں، اور اس کی رکھوالی کرتے ہیں کہ کہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے، مگر اب حال اس سے یکسر مختلف ہے کہ لوگ اب گاہ بگاہے جاتے ہیں، وقت گزرنے کے حساب سے بالید گی ملتی رہتی ہے، اللہ رب العزت کی کرشمہ سازیوں میں سے یہ بھی ہے کہ پہلے وہ محض ایک دانہ ہوتا ہے جب انسان پہلی مرتبہ بیج ڈالتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لیے اپنی نعمتوں کی فراوانی کرتا ہے یعنی بارش کے ذریعہ اس کی آب یاری کرتا ہے سورج کی شعاؤں کے ذریعہ اس کو نمو ملتی ہے، نسیم سحر اس کو جھولا جھلاتی ہے، باد صبا اس کو تھپکیاں دیا کرتی ہے، ان تمام کارفرمائیوں کے بعد کہیں وہ بڑا ہوتا ہے، پھر اس کی قابل زراعت میں کاشت کاری کی جاتی ہے وہاں بھی اللہ تعالی کی کرشمہ سازیاں جابجا نظر آتی ہیں۔ جب کسان اپنا کام تمام کر کے گھر چلے جاتے ہیں اور موسم معتدل ہو اور ہوا بھی سرد ہو تو اس وقت ایک الگ ہی کیفیت جنم لیتی ہے، جدھر نظر اٹھایئے سرسبزی اور شادابی ہی دکھائی دیتی ہے، جب وہ بیج بڑے ہو جاتے ہیں ان کی شاخیں نکلنے لگتی ہیں تو ایک دوسرے سے مس ہوتی ہیں جب آپس میں ہوا کی وجہ سے ٹکراتی ہیں تو دل کو بھانے والی ایک قسم کی سرسراہٹ کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ وہ منظر قابل دید ہوتا ہے۔

ایک دن محنت کش کا پھل ثمر بار ہوتا ہے، اتنے دنوں سے لگائے ہوئے درختوں سے فائدہ حاصل کرنے کا وقت آتا ہے یہ اجرت ہوتی ہے، مزدوری ہوتی ہے، جفاکشوں کی، جاں فشانی کرنے والوں کی۔ جنھوں نے ایک طویل عرصے تک جدوجہد کی، مسلسل اس کی نگہبانی، اور اپنے آپ کو جس کے لیے ایثار کیا تھا۔ ہمیں اس سے درس ملتا ہے کہ اگر ہم محنت کریں گے تو ایک نا ایک دن ضرور اس کا پھل ملے گا، یہ اصول ہے۔ وگرنہ اگر ہم خواہاں ہیں اس بات کے کہ ہم ایسے ہی بغیر وسائل کے بستر استراحت پر براجمان رہتے ہوئے اپنے مقصد کو حاصل کر لیں گے تو یہ لا حاصل اور فضول ہے، اس کو اپنے ذہن و دماغ سے نکال دیں، اور جو کام کریں محنت سے کریں، اس پر استقامت برتیں، پوری توجہ اسی پر مرکوز رکھیں، اس کے لیے سعی بلیغ کریں تبھی آپ کو آپ کا مقصد بر آئے گا۔

ڈاکٹر بشیر بدر: اردو ادب کا درخشاں ستارہ

از قلم: ڈاکٹر محمد ناصر باغبان

بیڑ: ڈاکٹر محمد ناصر باغبان، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو ملیہ سینئر کالج بیڑ لکھتے ہیں اردو ادب کا ایک اور عظیم خسارہ پہلے شاہ حسین نہری، فاروق سید اور اب ڈاکٹر بشیر بدر اردو کا درخشان ستارہ جو لفظوں میں زندگی، محبت اور انسانیت کی خوشبو بھرتا رہا، آج خاموش ہو گیا۔ ڈاکٹر بشیر بدر صاحب کا انتقال شاعری کے ایک عہد کا خاتمہ اور ہمارے لیے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ان کے لیے اقبال کا یہ شعر یاد آتا ہے۔
"ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے"
"بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

بشیر بدر جدید اردو غزل کے سب سے مقبول اور بااثر شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا اصل نام سید محمد بشیر تھا۔ وہ ۱۵ فروری ۱۹۳۵ء کو بھارت کے اتر پردیش، ایودھیا میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔
ان کی شاعری کی خاص بات سادہ زبان، گہرا احساس، محبت، جدائی اور انسانی رشتوں کی نزاکت ہے۔ بشیر بدر جدید اردو غزل کے اُن عظیم شاعروں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے سادہ زبان، گہرے احساسات اور دل کو چھو لینے والے انداز سے اردو شاعری کو نئی پہچان دی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے اشعار خواص کے ساتھ عوام میں بھی بے حد مقبول ہوئے۔ ڈاکٹر بشیر بدر کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے مشکل الفاظ کی بجائے روزمرہ کی زبان میں ایسی غزلیں کہیں جو ہر دل تک پہنچ گئیں۔

ان کے کئی اشعار عام زبان میں ہیں، مثلاً:
"لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے میں"
"تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں"
"کچھ تو مجبوریاں رہی ہوں گی"
"یوں کوئی بے وفا نہیں ہوتا"
"دشمنی جم کر کرو لیکن یہ گنجائش رہے"
جب کبھی ہم دوست ہو جائیں تو شرمندہ نہ ہوں"
"ہر دھڑکتے پتھر کو لوگ دل سمجھتے ہیں"
"عمریں بیت جاتی ہیں دل کو دل بنانے میں"

ڈاکٹر بشیر بدر کو ۱۹۹۹ء میں ادب کے میدان میں نمایاں خدمات پر پدم شری اور ساہتیہ اکادمی ایوارڈ، سمیت کئی اعزازات سے نوازا گیا۔
آج بھی بشیر بدر کی غزلیں محبت کرنے والوں، ادب کے شائقین اور مشاعروں کی دنیا میں زندہ ہیں اور اُن کا نام جدید اردو غزل کا روشن باب سمجھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر بشیر بدر کی طویل علالت کے بعد مدھیہ پردیش کے بھوپال سے ۲۸ مئی ۲۰۲۶ء کو ۹۱ برس کی عمر میں انتقال کی خبر سامنے آئی جس پر عالمی ادبی حلقوں، شاعروں، دانشوروں اور اردو ادب کے چاہنے والوں میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ آپ نے اپنی یادوں کے اجالے ہمیشہ کے لیے اپنی شاعری میں ہمارے ساتھ چھوڑ دیے ہیں

جامعہ ام سلمہ میں قربانی کا امسال کا منظر نامہ — ایک جائزہ

الحمد للہ رب العالمین! قربانی کا عظیم الشان فریضہ ہر سال کی طرح اس سال بھی نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام پایا۔ قربانی صرف ایک عبادت ہی نہیں بلکہ ایثار، اخلاص، اطاعتِ الٰہی اور باہمی تعاون کا ایک حسین مظہر بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال عید الاضحیٰ کے ایام میں دینی اداروں اور مدارس میں ایک روح پرور اور ایمان افروز ماحول دیکھنے کو ملتا ہے۔

جامعہ ام سلمہ میں بھی گزشتہ کئی برسوں سے قربانی کا ایک شاندار سلسلہ جاری ہے۔ اہلِ علاقہ اور قرب و جوار کے لوگوں کی بھرپور شرکت کے باعث عموماً ساٹھ سے ستر بھینسوں تک کی قربانیاں ہوتی رہی ہیں۔ قربانی کے ایام میں جامعہ کا ماحول دیدنی ہوتا تھا۔ دور دراز علاقوں سے لوگ اپنے جانور لے کر آتے، قربانی کی تیاریوں میں حصہ لیتے، اور دینی ماحول میں اس عظیم عبادت کی ادائیگی کو اپنے لیے سعادت سمجھتے تھے۔
لیکن امسال حالات کسی قدر مختلف رہے۔ اگرچہ جامعہ کی انتظامیہ نے حسبِ سابق بھرپور تیاری کی اور بڑی تعداد میں جانوروں کا انتظام بھی کیا، تاہم مجموعی طور پر قربانیوں کی تعداد تقریباً پینتالیس بھینسوں تک محدود رہی۔ بظاہر یہ کمی ایک عددی فرق معلوم ہوتی ہے، لیکن اس کے پس منظر میں کئی معاشی اور سماجی عوامل کارفرما نظر آتے ہیں۔ سب سے اہم سبب جانوروں کی قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ تھا۔ گزشتہ برسوں میں جو بھینسا بارہ، تیرہ یا چودہ ہزار روپے میں دستیاب ہو جاتا تھا، اس سال اس کی قیمت بیس، بائیس ہزار روپے بلکہ بعض مقامات پر اس سے بھی زیادہ رہی۔ چارے کی بڑھتی ہوئی قیمتیں، جانوروں کی نگہداشت کے اخراجات، نقل و حمل کے بڑھتے ہوئے مصارف اور مجموعی مہنگائی نے مویشی پال حضرات کو بھی متاثر کیا، جس کا براہِ راست اثر قربانی کے جانوروں کی قیمتوں پر پڑا۔

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ عام آدمی کی آمدنی میں اتنا اضافہ نہیں ہوا جتنا روزمرہ اخراجات میں ہوا ہے۔ ایسے میں بہت سے لوگوں نے یا تو قربانی میں حصہ کم کیا، یا پھر انفرادی طور پر جانور خریدنے کے بجائے دوسرے متبادل طریقے اختیار کیے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامی سطح پر وہ جوش و خروش اور وہ تعداد نظر نہیں آئی جو گزشتہ برسوں میں دیکھی جاتی تھی۔
تاہم ان تمام حالات کے باوجود ایک بات نہایت حوصلہ افزا رہی کہ جامعہ ام سلمہ کی انتظامیہ نے ہمت، محنت اور حسنِ انتظام کے ساتھ قربانی کے پورے نظام کو سنبھالا۔ الحمد للہ ادارے کی طرف سے جن جانوروں کا انتظام کیا گیا تھا، وہ سب کے سب قربان ہوئے اور یہ خدمت بخوبی انجام پائی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ معاشی دشواریوں کے باوجود دینی خدمات کا یہ سلسلہ جاری رہا اور اہلِ خیر نے حسبِ استطاعت تعاون بھی کیا۔ اس سال کا تجربہ ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ اگرچہ حالات بدلتے رہتے ہیں، قیمتیں کم و بیش ہوتی رہتی ہیں، مگر دینی جذبہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربانی کا شوق ابھی بھی زندہ ہے۔ ممکن ہے کہ تعداد میں کمی واقع ہوئی ہو، لیکن اخلاص اور نیت کی کیفیت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بہت سے لوگوں نے محدود وسائل کے باوجود قربانی کا اہتمام کیا اور سنتِ ابراہیمی کو زندہ رکھنے کی کوشش کی۔
ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ جامعہ ام سلمہ کے تمام ذمہ داران، معاونین، کارکنان اور اہلِ خیر کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، ان کے رزق میں برکت عطا کرے اور آئندہ برسوں میں اس عظیم دینی خدمت کو مزید وسعت نصیب فرمائے۔
امید ہے کہ آنے والے سالوں میں حالات بہتر ہوں گے، جانوروں کی قیمتوں میں اعتدال پیدا ہو گا، اور جامعہ ام سلمہ ایک بار پھر سابقہ شان و شوکت کے ساتھ قربانیوں کے اس عظیم سلسلے کا مرکز بنے گا۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ اپنی عبادات ادا کرنے اور دینی خدمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔
آفتاب عالم گوہر قادری واحدی خادم جامعہ ام سلمہ و جامعہ گلشن مدینہ سر تاج العلوم دریا آباد بارہ بنکی یوپی الہند ۸۴۰۰۴۰۴۱۸۶

مجلہ پیام شعیب الاولیاء براؤں شریف کا تازہ شمارہ!

علم و عرفان کا روشن چراغ سہ ماہی مجلہ پیام شعیب الاولیاء کا تازہ ترین شمارہ اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ ایک بار پھر اپنے قارئین کے لیے علمی، روحانی اور اصلاحی تحفوں کے ساتھ منظر عام پر آگیا ہے۔ اسلامی سال کا آخرہ ماہ کا یہ شمارہ اپنے موضوعات کی تنوع اور مواد کی گہرائی کے اعتبار سے خاص اہمیت کا حامل ہے۔
اس شمارے کی خصوصیات:
فکر انگیز اداریہ:
مدیر اعلیٰ نے "دور حاضر میں عمرہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت و حج کی محدود ہوتی ہوئی استطاعت کی معنویت" کے عنوان سے حالات کا بے لاگ تجزیہ پیش کیا ہے۔ اداریہ نوجوان نسل کو اپنی جڑوں سے جڑنے کی دعوت دیتا ہے۔

دینیات، ارتداد، اسلامیات، یار علویہ دارالافتاء، مشعل راہ، دبستان فکر و نظر، رضویات، عجوبہ روزگار، تعارف و تبصرہ، خیالات و تاثرات، ذہنی آزمائش، جیسے اہم موضوع پر وقیع مضامین شامل ہیں۔ تمام تحریریں مستند حوالوں اور نادر مخطوطات کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔
"مساجد و مدارس کے ائمہ کرام و مدرسین پر بڑھتا ہوا ظلم" کے عنوان پر ایڈیٹر صاحب نے تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ گوشہ نئی نسل کو اپنے اسلاف سے روشناس کرواتا ہے۔
حاصل کلام:
"پیام شعیب الاولیاء" صرف ایک رسالہ نہیں بلکہ براؤں شریف کی صدیوں پرانی علمی و روحانی وراثت کا امین ہے۔ تازہ شمارہ اپنے قارئین سے عہدِ وفا نبھاتا ہوا نظر آتا ہے۔ زبان سادہ، انداز دل نشین اور پیغام پُراثر ہے۔ یہ مجلہ ہر اس شخص کے مطالعے میں ہونا چاہیے جو تصوف، تاریخ اور اصلاح معاشرہ سے دلچسپی رکھتا ہے۔ پی ڈی ایف کا لنک حاضر ہے۔۔ڈاؤن لوڈ کر کے مطالعہ فرمائیں اور اپنے نیک و مفید مشوروں سے نواز کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں!!
منجانب: ادارہ مجلہ پیام شعیب الاولیاء
براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر

غزل بشیر بدر

الفاظ تھے بشیر ، معانی بشیر بدر
غزلوں کی لہلہاتی جوانی بشیر بدر
پھولوں کی پتیوں پہ غزل اس نے کی رقم
اشعار ، جیسے رات کی رانی بشیر بدر
احساس ہیں لطیف تو اسلوب ہیں جدید
بحروں میں موج کھاتی روانی بشیر بدر
زلفیں سنواریں تو نے زبان و ادب کی خوب
وہ بھی رہی ہے تیری دوانی بشیر بدر
شعر و سخن میں تھا قد و قامت بلند تر
اردو زباں کی ایک نشانی بشیر بدر
سنتی رہی عوام بڑی چاہتوں کے ساتھ
برسا برس کی تیری کہانی بشیر بدر
ندوی کی شاعری میں یہ خوشبو انھی کی ہے
تھی ان سے آشنائی پرانی بشیر بدر

عبدالسبحان ندوی

مراسلات

کلمات تحسین ادیب شہیر استاذ الشعرا

حضرت مولانا آفتاب عالم گوہر قادری واحدی

نیپال اردو ٹائمز کے چیف ایڈیٹر، ممتاز عالمِ دین، صاحبِ قلم و بصیرت حضرت مولانا عبد الجبار علیمی صاحب قبلہ مدظلہ العالی والنورانی کا میں تہِ دل سے بے حد ممنون و شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود ہماری لکھی ہوئی نعتِ رسولِ مقبول ﷺ کو اپنے مؤقر و معتبر اخبار میں شائع فرما کر نہ صرف ہماری حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ ہمارے حقیر جذبۂ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو بھی عزت و وقار بخشا۔
یقیناً یہ میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں کہ نبیِ کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں لکھی گئی عاجزانہ نعت کو ایسے علمی و ادبی پلیٹ فارم پر جگہ ملی جہاں دین، ادب اور عشقِ رسول ﷺ کی خوشبو ہمیشہ بکھرتی رہتی ہے۔ یہ محض ایک اشاعت نہیں بلکہ میرے لیے ایک روحانی سعادت، ادبی سرمایہ اور حوصلہ افزائی کا وہ روشن چراغ ہے جس کی روشنی مدتوں میرے دل و فکر کو منور کرتی رہے گی۔
حضرت مولانا عبد الجبار علیمی صاحب قبلہ کی علمی خدمات، دینی بصیرت، اردو ادب سے محبت اور اہلِ قلم کی سرپرستی قابلِ صد تحسین ہے۔ آپ نے ہمیشہ ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی فرمائی جو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنے قلم کا عنوان بناتے ہیں۔ آج جب مادیت کے شور میں دینی و ادبی اقدار ماند پڑتی جا رہی ہیں، ایسے وقت میں "نیپال اردو ٹائمز" جیسا باوقار اخبار اہلِ علم و قلم کے لیے ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتا ہے۔
میں دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مولانا عبد الجبار علیمی صاحب قبلہ کو صحتِ کاملہ، عمرِ خضر اور مزید عزت و وقار عطا فرمائے، ان کے علمی و صحافتی سفر کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے، اور "نیپال اردو ٹائمز" کو ہمیشہ فروغِ ادب، اشاعتِ حق اور محبتِ رسول ﷺ کا مؤثر ذریعہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔
والسلام
آفتاب عالم گوہر قادری واحدی
خادم جامعہ ام سلمہ دریا آباد بارہ بنکی یوپی الہند
۸۴۰۰۴۰۴۱۸۶

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810

ہفت روزہ
نیپال اردو ٹائمز
Weekly The
NEPAL URDU TIMES
Reg.No: 5310 -2082/2083 - www.nepalurdutimes.com
جھلک
04/جون 2026 مطابق 17/ذی الحجہ 1447ھ /21 گتے جیٹھ 2083

غزل

گزرے ہوئے لمحے وہ زمانے نہیں آتے
"ہونٹوں پہ محبت کے فسانے نہیں آتے"

لگتا ہے مرے اپنے مجھے بھول گئے ہیں
اب لوگ مجھے گاؤں بلانے نہیں آتے

اُس باغِ محبت میں کروں کیا میں جہاں پر
موسم تری یادوں کے سہانے نہیں آتے

اس بار جو بچھڑا تو وہ کہہ کر یہ گیا ہے
رشتے تجھے چاہت کے نبھانے نہیں آتے

اس طرح مرے یار سبھی ہو گئے بے حس
اب روٹھ بھی جاؤں تو منانے نہیں آتے

عالمؔ ترے بس کا نہیں الفت کو نبھانا
لوہے کے چنے تجھ کو چبانے نہیں آتے

آفتاب عالمؔ شاہ نوری:
کروشی بلگام کرناٹک
۸۱۰۵۴۹۳۳۴۹

پروفیسر ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ کاکو کی مٹی کا وہ آفتاب جس نے اردو ادب کو نئی روشنی عطا کی

تحریر: سید آصف امام کاکوی

بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کی زندگی محض چند برسوں پر مشتمل نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک عہد، ایک تحریک اور ایک تہذیبی تاریخ کا عنوان بن جاتی ہیں۔ وہ دنیا سے رخصت ہو کر بھی زندہ رہتی ہیں۔ ان کی سانسیں رک جاتی ہیں مگر ان کے افکار نسلوں کے سینوں میں دھڑکتے رہتے ہیں۔ ان کے قدم رک جاتے ہیں مگر ان کے چھوڑے ہوئے نقوش آنے والے زمانوں کو راستہ دکھاتے رہتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ ایسی ہی ایک نابغۂ روزگار شخصیت کا نام ہے۔ آج جب ان کی یومِ پیدائش کے موقع پر ہم انہیں یاد کر رہے ہیں تو درحقیقت ہم صرف ایک فرد کو خراجِ عقیدت پیش نہیں کر رہے بلکہ اردو زبان، اردو تہذیب، اردو تنقید اور اردو شعور کے ایک پورے عہد کو سلام پیش کر رہے ہیں۔ ۲ جون ۱۹۳۶ کو ضلع جہان آباد کے تاریخی اور روحانی قصبہ کاکو کے گاؤں بی بی پور میں پیدا ہونے والا یہ بچہ ایک دن اردو ادب کے آسمان پر ایسا آفتاب بن کر طلوع ہوگا، شاید اُس وقت کسی نے تصور بھی نہ کیا ہوگا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ یہ وہ سرزمین تھی جس کی مٹی میں روحانیت کی خوشبو تھی، علم کی روشنی تھی اور تہذیب کا وقار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسی مٹی نے ایک ایسے سپوت کو جنم دیا جس نے بعد میں اردو دنیا میں اپنی مثال آپ بن کر دکھائی۔ جب بھی کاکو کا نام آتا ہے تو میرے دل میں ایک عجیب سی محبت جاگ اٹھتی ہے۔ اس لیے کہ کاکو صرف میرا آبائی وطن نہیں بلکہ میری شناخت، میری تہذیب اور میری روح کا حصہ ہے۔ میں، سید آصف امام کاکوی، جب کاکو کی گلیوں، اس کی مٹی، اس کی مسجدوں، اس کی خانقاہوں اور اس کے علمی ورثے کے بارے میں سوچتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ یہ سرزمین غیر معمولی لوگوں کی جنم بھومی رہی ہے۔ حضرت مخدوم بی بی کمالؒ کی روحانی عظمت ہو یا اردو ادب کے نامور شاعر عطا کاکوی کی ادبی خدمات، کاکو ہمیشہ علم و عرفان کا مرکز رہا ہے۔ اسی سرزمین نے پروفیسر ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ جیسی شخصیت کو جنم دیا۔ یہ کاکو ہی تھا جس نے انہیں ابتدائی تہذیبی شعور دیا۔ یہی گلیاں تھیں جن میں ان کی شخصیت نے آنکھ کھولی۔ یہی مٹی تھی جس کی خوشبو ان کی تحریروں میں آخر دم تک محسوس کی جاتی رہی۔ آج بھی اگر کوئی ان کی تحریروں کو غور سے پڑھے تو اسے ان الفاظ میں کاکو کی مٹی کی خوشبو، اس کی تہذیب کا رنگ اور اس کے لوگوں کی سادگی صاف دکھائی دے گی۔ بہار کی تاریخ میں اگر کسی شہر کو اردو تہذیب کا دل کہا جائے تو وہ عظیم آباد یعنی پٹنہ ہے۔ یہ شہر صدیوں سے علم و ادب کا مرکز رہا ہے۔ یہاں کے کوچوں سے شعر و ادب کی خوشبو اٹھتی رہی ہے۔ شاد عظیم آبادی، یارانِ عظیم آباد اور بے شمار ادبی شخصیات نے اس شہر کو اردو دنیا میں ممتاز مقام عطا کیا۔ ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ نے بھی اسی ادبی روایت کو آگے بڑھایا۔ ان کی فکر میں عظیم آباد کی شائستگی تھی۔ ان کی زبان میں تہذیب کی شیرینی تھی۔ ان کی تحریروں میں بہار کی علمی روایت کا وقار تھا۔ وہ جب بھی اردو کے مستقبل کی بات کرتے تو بہار کے کردار کو خصوصی اہمیت دیتے۔ ان کا ماننا تھا کہ اردو صرف زبان نہیں بلکہ ہندوستانی تہذیب کا ایک اہم ستون ہے۔ عبدالوہاب اشرفیؒ کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو ان کا بے پناہ مطالعہ تھا۔ وہ کتابوں کے عاشق تھے۔ ان کے لیے کتاب محض کاغذ کا مجموعہ نہیں بلکہ زندگی کی روشنی تھی۔ راتوں کی تنہائی میں مطالعہ، دن بھر تحقیق اور مسلسل فکری جستجو ان کا معمول تھا۔ ان کی شخصیت کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے علم ان کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا ہو۔ وہ جہاں بیٹھتے وہاں علم کی بات ہوتی۔ وہ جس محفل میں جاتے وہاں فکر کے چراغ روشن ہو جاتے۔ ان کی گفتگو سننے والے گھنٹوں محوِ سماعت رہتے۔ کیونکہ ان کے پاس صرف معلومات نہیں تھیں بلکہ بصیرت بھی تھی۔ صرف علم نہیں تھا بلکہ حکمت بھی تھی۔ اردو تنقید کی تاریخ میں چند ہی نام ایسے ہیں جنہیں ہمیشہ احترام کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ انہی میں شامل ہیں۔ انہوں نے تنقید کو محض اعتراض کا نام نہیں سمجھا بلکہ ادب کو سمجھنے اور سمجھانے کا ذریعہ بنایا۔ ان کی تنقید میں وسعت تھی۔ ان کی تنقید میں دیانت تھی۔ ان کی تنقید میں علم تھا۔ اور سب سے بڑھ کر انسان دوستی تھی۔ انہوں نے کبھی تعصب کو اپنی تنقید پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ اسی لیے ان کی رائے کو اردو دنیا میں بڑی اہمیت حاصل رہی۔ جب ان کی شہرۂ آفاق کتاب "تاریخ اردو ادب" کو ساہتیہ اکادمی ایوارڈ سے نوازا گیا تو یہ صرف ایک مصنف کی کامیابی نہیں تھی۔ یہ بہار کی کامیابی تھی۔ یہ کاکو کی کامیابی تھی۔ یہ اردو زبان کی کامیابی تھی۔ اس دن بہار کی سرزمین نے فخر محسوس کیا کہ اس کے ایک سپوت نے پورے ہندوستان میں اردو ادب کا پرچم بلند کر دیا۔ ان کی یہ کتاب آج بھی محققین، اساتذہ اور طلبہ کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ رانچی یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کے صدر کی حیثیت سے انہوں نے جو خدمات انجام دیں وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان کے شاگرد آج ہندوستان اور بیرونِ ملک مختلف اداروں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مگر آج بھی جب ان سے اشرفی صاحب کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کی آنکھوں میں عقیدت جھلکنے لگتی ہے۔ کیونکہ وہ صرف استاد نہیں تھے۔ وہ مربی تھے۔ وہ رہنما تھے۔ وہ ایک ایسے بزرگ تھے جو نوجوان ذہنوں کو نئی سمت دیتے تھے۔ ان کے لیے تعلیم صرف ڈگری حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں تھی بلکہ انسان بنانے کا عمل تھی۔ ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ کے دل میں اردو کے لیے عجیب تڑپ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ نئی نسل اردو سے جڑے۔ وہ چاہتے تھے کہ اردو گھروں میں بولی جائے۔ وہ چاہتے تھے کہ اردو صرف نصاب میں نہ رہے بلکہ زندگی کا حصہ بنے۔ آج جب اردو مختلف چیلنجوں کا سامنا کر رہی ہے تو ان کی باتیں پہلے سے زیادہ اہم محسوس ہوتی ہیں۔ "اردو کو بچانے کے لیے صرف جلسے کافی نہیں، گھروں میں اردو کی شمع روشن کرنی ہوگی۔" سید آصف امام کاکوی کی عقیدت آج جب میں اپنے آبائی وطن کاکو کے اس عظیم فرزند کو یاد کرتا ہوں تو دل فخر سے بھر جاتا ہے۔ کاکو کی مٹی نے بہت سے چراغ پیدا کیے مگر عبدالوہاب اشرفیؒ ان چراغوں میں ایک آفتاب تھے۔ ان کی شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم اپنے ماضی کی روشنیوں کو چھو رہے ہوں۔ وہ چلے گئے لیکن ان کا علم باقی ہے۔ وہ رخصت ہو گئے لیکن ان کی کتابیں زندہ ہیں۔ وہ خاموش ہو گئے لیکن ان کے افکار آج بھی گفتگو کر رہے ہیں۔ اور جب تک اردو زندہ ہے، جب تک ادب زندہ ہے، جب تک تہذیب زندہ ہے، پروفیسر ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ کا نام بھی زندہ رہے گا۔ وہ ایک شخص نہیں تھا، اک انجمن تھا وہ جو چپ ہوا تو زمانے کی گفتگو کم ہو گئی۔ آج جب ہم پروفیسر ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ کی زندگی، خدمات اور علمی ورثے کا جائزہ لیتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ہم محض ایک ادیب، نقاد یا استاد کو یاد نہیں کر رہے بلکہ ایک پورے عہد، ایک تہذیب اور ایک فکری روایت کو خراجِ عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ وہاب اشرفیؒ ان خوش نصیب انسانوں میں سے تھے جنہوں نے زندگی کو مقصد دیا اور اپنے مقصد کو زندگی بنا لیا۔ انہوں نے اردو کو صرف ایک زبان نہیں سمجھا بلکہ اسے اپنی شناخت، اپنی تہذیب، اپنی محبت اور اپنی روح کا حصہ بنایا۔ ان کے قلم سے نکلنے والا ہر لفظ اردو سے عشق کی گواہی دیتا ہے۔ آج وہ ہمارے درمیان جسمانی طور پر موجود نہیں ہیں، لیکن ان کی تصانیف، ان کے خیالات، ان کے شاگرد اور ان کی ادبی خدمات آج بھی زندہ ہیں۔ وقت گزر سکتا ہے، نسلیں بدل سکتی ہیں، لیکن علم و ادب کے آسمان پر روشن ہونے والے ستارے کبھی غروب نہیں ہوتے۔ کاکو کی مٹی آج بھی ان پر فخر کرتی ہے۔ بہار کی سرزمین آج بھی ان کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔ اردو ادب آج بھی ان کی خدمات کا مقروض ہے۔ اور اردو کے سنجیدہ قاری آج بھی ان کے ذکر کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ میری حیثیت ایک ادنیٰ طالبِ علم اور کاکو کی سرزمین سے تعلق رکھنے والے فرد کی ہے، لیکن یہ میرا ایمان ہے کہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ کا نام اردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ سنہرے حروف سے لکھا جاتا رہے گا۔ ان کی زندگی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں، علم کا چراغ بجھنے نہیں دینا چاہیے۔ زبانوں کی حفاظت صرف نعروں سے نہیں بلکہ علم، مطالعہ، تحقیق اور نئی نسل کی تربیت سے ہوتی ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم وہاب اشرفیؒ کے خواب کو اپنا خواب بنائیں۔ اردو کو گھروں تک پہنچائیں، نئی نسل کو اردو سے جوڑیں، کتاب سے رشتہ مضبوط کریں اور اپنے اسلاف کے علمی ورثے کو محفوظ رکھیں۔ اردو کو سلام سلام اُس زبان کو جس نے محبت سکھائی۔ سلام اُس زبان کو جس نے تہذیب سکھائی۔ سلام اُس زبان کو جس نے دلوں کو جوڑا۔ سلام اُس زبان کو جس نے ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کو لفظوں کا لباس عطا کیا۔ سلام اُس اردو کو جس کے لیے وہاب اشرفیؒ نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔ وہاب اشرفیؒ کو سلام سلام اُس استاد کو جس نے علم بانٹا۔ سلام اُس نقاد کو جس نے ادب کو نئی بصیرت دی۔ سلام اُس محقق کو جس نے اردو تاریخ کو نئی جہت عطا کی۔ سلام اُس انسان کو جس نے اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ سلام اُس فرزندِ کاکو کو جس نے بہار اور اردو کا نام روشن کیا۔ آج ان کی یومِ پیدائش کے موقع پر ہم سب مل کر یہ عہد کریں کہ اردو کی شمع کو بجھنے نہیں دیں گے، علم و ادب کے اس قافلے کو رُکنے نہیں دیں گے اور اپنے اکابرین کے خوابوں کو زندہ رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ پروفیسر ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی علمی و ادبی خدمات کو ہمیشہ زندہ و تابندہ رکھے۔ آمین یارب العالمین۔ وہ لوگ کبھی مر نہیں سکتے جو علم بانٹ جاتے ہیں، وہ نام کبھی مٹ نہیں سکتے جو دلوں میں گھر کر جاتے ہیں۔ خراجِ عقیدت پروفیسر ڈاکٹر عبدالوہاب اشرفیؒ اردو ادب کا روشن چراغ، کاکو کی عظمت اور بہار کا فخر

——سید آصف امام کاکوی۔

تابش ردولوی: روایت کے چراغ سے عہدِ حاضر کی روشنی تک

اردو ادب کے زندہ شعور، تہذیبی وابستگی اور فکری استقامت کا نمائندہ شاعر

از قلم۔۔۔۔ڈاکٹر سید تابش امام

اردو شاعری کی تاریخ صرف شعری مجموعوں، دیوانوں اور ادبی کتابوں کی تاریخ نہیں بلکہ یہ برصغیر کے اجتماعی شعور، تہذیبی ورثے اور فکری ارتقا کی ایک روشن داستان بھی ہے۔ اس داستان میں ہر دور نے ایسے شاعروں کو پروان چڑھایا جنہوں نے اپنے عہد کی نبض پر ہاتھ رکھا، اپنے ماحول کے دکھ سکھ کو محسوس کیا اور اپنی تخلیقات کے ذریعے آنے والی نسلوں تک اپنے زمانے کی فکری اور تہذیبی کیفیت منتقل کی۔ اردو ادب کی بقا اور اس کی مسلسل ارتقائی قوت کا راز بھی انہی اہلِ قلم کی تخلیقی ریاضت میں پوشیدہ ہے جو روایت کے امین ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کے ترجمان بھی ہوتے ہیں۔ معاصر اردو شاعری میں تابش ردولوی کا نام انہی سنجیدہ اور باوقار شعرا میں شمار کیا جا سکتا ہے جن کے یہاں ادب، تہذیب، روایت اور عصری شعور ایک دوسرے سے ہم آہنگ دکھائی دیتے ہیں۔

اتر پردیش کے تاریخی اور تہذیبی اعتبار سے اہم قصبہ ردولی سے تعلق رکھنے والے تابش ردولوی کا اصل نام محمد ہارون ہے۔ آپ کی پیدائش ۵ اگست ۱۹۷۷ کو محلہ پورہ بساون میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقے میں حاصل کی اور بعد ازاں لکھنؤ یونیورسٹی سے اردو ادب میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہو گئے اور اسی میدان میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ شاعری کا آغاز ۱۹۹۱ میں اس وقت ہوا جب آپ درجہ نہم کے طالب علم تھے۔ کم عمری ہی سے شعر و ادب سے شغف نے آپ کے ذوقِ تخلیق کو جِلا بخشی اور رفتہ رفتہ یہی شوق ایک باضابطہ ادبی سفر میں تبدیل ہو گیا۔

تابش ردولوی اردو شاعری کے اس دبستان سے وابستہ ہیں جس میں ادب کو محض تفریح یا جذباتی اظہار کا وسیلہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے فکری تربیت، تہذیبی بیداری اور انسانی اقدار کے فروغ کا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ ان کی شاعری میں کلاسیکی روایت کا وقار بھی موجود ہے اور جدید دور کے مسائل و تقاضوں کا شعور بھی۔ یہی امتزاج ان کی تخلیقی شخصیت کو ایک منفرد شناخت عطا کرتا ہے۔

تابش ردولوی بنیادی طور پر غزل کے شاعر ہیں، تاہم ان کا تخلیقی دائرہ صرف غزل تک محدود نہیں۔ ان کے یہاں نظم، نعت، منقبت، ادبی تاثر نگاری اور شخصیات و روایات سے متعلق منظومات بھی ملتی ہیں۔ ان کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ احساس شدت سے ابھرتا ہے کہ شاعر نے اردو ادب کی کلاسیکی اور جدید روایت کو نہ صرف گہرائی سے پڑھا ہے بلکہ اسے اپنے فکری وجود کا حصہ بھی بنا لیا ہے۔ ان کے اشعار میں عشق و محبت کے روایتی مضامین کے ساتھ سماجی شعور، انسانی رشتوں کی نزاکت، وقت کی بے ثباتی، تہذیبی زوال اور اخلاقی اقدار کے تحفظ کا احساس بھی نمایاں طور پر موجود ہے۔

ان کے کلام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ لفظی کرتب اور مصنوعی صنعت گری کے بجائے معنی کی گہرائی اور احساس کی صداقت پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ ان کے اشعار میں جذبات کی شدت سے زیادہ فکر کی پختگی اور تجربے کی سچائی دکھائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام قاری کو محض متاثر نہیں کرتا بلکہ اسے غور و فکر کی دعوت بھی دیتا ہے۔ ان کے ہاں زبان کی شائستگی، بیان کی سلاست اور تہذیبی رکھ رکھاؤ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تابش ردولوی کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو اردو ادب سے ان کی بے پناہ محبت اور اس کے اکابرین سے ان کی قلبی وابستگی ہے۔ آج کے دور میں جب نئی نسل کا ایک بڑا حصہ اپنے ادبی ورثے سے دور ہوتا جا رہا ہے، تابش ردولوی اپنی شاعری کے ذریعے اس روایت کو زندہ رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے نزدیک اردو ادب کی تاریخ محض ماضی کا ایک باب نہیں بلکہ ایک زندہ روایت ہے جو حال کو شعور اور مستقبل کو سمت عطا کرتی ہے۔

اس حوالہ سے ان کی طویل نظم بہ معروف "اُردو کی کہانی، اُردو کی زبانی" (مختصر تاریخ زبان اُردو) خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ نظم اردو زبان و ادب کے ان نامور شعرا و ادبا کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے جنہوں نے اردو ادب کی تعمیر و ترقی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ نظم کا مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ شاعر صرف ناموں سے واقف نہیں بلکہ ان شخصیات کے ادبی کارناموں، فکری خدمات اور تاریخی حیثیت سے بھی گہری واقفیت رکھتا ہے۔

اس نظم میں شبلی نعمانی، پنڈت رتن ناتھ سرشار، مرزا ہادی رسوا، مولانا الطاف حسین حالی، اکبر الہ آبادی، علامہ محمد اقبال، فانی بدایونی، یگانہ چنگیزی، فراق گورکھپوری، پریم چند اور مرزا غالب جیسے اکابرینِ ادب کا ذکر نہایت احترام اور محبت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ شاعر نے ہر شخصیت کے کسی نہ کسی منفرد وصف کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کام بظاہر آسان محسوس ہوتا ہے لیکن حقیقت میں انتہائی دشوار ہے کیونکہ چند مصرعوں میں کسی ادبی شخصیت کی فکری عظمت اور فنی انفرادیت کو سمیٹ دینا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں۔

تابش ردولوی اس امتحان میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ ان کے یہاں محض ناموں کی فہرست نہیں بلکہ شخصیات کا تعارف، ان کے ادبی مقام کا احساس اور ان کی خدمات کا اعتراف موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نظم ایک سادہ منظوم تذکرے سے بلند ہو کر اردو ادب کی تاریخ کا شعری خاکہ بن جاتی ہے۔ دراصل یہ نظم شاعر کے وسیع مطالعے، ادبی شعور اور اردو روایت سے گہری وابستگی کا آئینہ ہے۔

تابش ردولوی کی شاعری کا ایک اہم وصف روایت اور جدت کے درمیان توازن ہے۔ وہ نہ تو محض ماضی پرستی کے اسیر ہیں اور نہ ہی ایسی اندھی جدت کے قائل جو ادب کی روح کو مجروح کر دے۔ ان کے یہاں روایت رہنمائی کا سرچشمہ ہے اور جدت اظہار کی نئی جہت۔ یہی اعتدال ان کے اسلوب کو دل کش اور پائیدار بناتا ہے۔

معاصر شعری منظرنامے میں جہاں بعض اوقات سطحی جذباتیت، فوری شہرت اور سوشل میڈیا کی مقبولیت ادبی معیار پر غالب آتی دکھائی دیتی ہے، وہاں تابش ردولوی کا شعری رویہ سنجیدگی، مطالعے اور فکری وابستگی کی نمائندگی کرتا ہے۔ ان کے نزدیک شعر کہنے کا مقصد محض داد و تحسین حاصل کرنا نہیں بلکہ ادب کے ذریعے ایک فکری اور تہذیبی مکالمہ قائم کرنا ہے۔ یہی سنجیدگی ان کے فن کو دوام بخشتی ہے۔ ان کی ادبی سرگرمیاں بھی قابلِ ذکر ہیں۔ مختلف شہروں میں منعقد ہونے والے مشاعروں، ادبی نشستوں اور شعری اجتماعات میں ان کی شرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ادب کو معاشرے سے جوڑ کر دیکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک شاعری صرف کتابوں تک محدود نہیں بلکہ ایک زندہ سماجی عمل ہے جو لوگوں کے دلوں اور ذہنوں پر اثرانداز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی تخلیقات کے ذریعے ادب اور سماج کے درمیان ایک مؤثر رابطہ قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تابش ردولوی کی شاعری میں انسان دوستی، محبت، رواداری اور تہذیبی ہم آہنگی کے عناصر نمایاں ہیں۔ ان کے ہاں اختلاف کے باوجود احترام کا جذبہ موجود ہے اور یہی وصف اردو کی اس روشن روایت کا تسلسل ہے جس نے ہمیشہ محبت، برداشت اور مکالمے کو فروغ دیا۔ ان کے اشعار میں ماضی کی خوشبو بھی محسوس ہوتی ہے اور حال کی دھڑکن بھی سنائی دیتی ہے۔

ان کی شاعری کا مطالعہ یہ احساس بھی دلاتا ہے کہ وہ اردو زبان کے مستقبل کے حوالے سے حساس ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ زبانیں صرف تعلیمی اداروں یا سرکاری سرپرستی سے زندہ نہیں رہتیں بلکہ ان کی بقا کا اصل انحصار ادبی تخلیقات، تہذیبی وابستگی اور اہلِ زبان کی محبت پر ہوتا ہے۔ اسی لیے ان کی تخلیقات میں اردو زبان اور اس کے ادبی سرمائے سے محبت کا جذبہ نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔

ادب کی دنیا میں وہی تخلیق کار دیرپا اثرات مرتب کرتے ہیں جو روایت سے اپنا رشتہ برقرار رکھتے ہوئے نئے زمانے کے سوالات کا سامنا کرتے ہیں۔ تابش ردولوی کی شاعری میں یہی توازن نظر آتا ہے۔ وہ ماضی کے چراغ سے روشنی حاصل کرتے ہوئے حال کے اندھیروں کو سمجھنے اور مستقبل کے امکانات کو روشن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آج جب اردو ادب کو بدلتے ہوئے سماجی، تعلیمی اور ثقافتی حالات کے سبب نئے چیلنجز درپیش ہیں، ایسے شعرا کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے جو اپنی تخلیقات کے ذریعے نئی نسل کو اس کے ادبی اور تہذیبی ورثے سے جوڑنے کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ تابش ردولوی اسی مثبت رجحان کے نمائندہ شاعر ہیں۔ ان کا شعری سفر اس حقیقت کا مظہر ہے کہ ادب کی اصل قوت روایت سے وابستگی، مطالعے کی وسعت، فکری دیانت اور اظہار کی صداقت میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

بلاشبہ تابش ردولوی کا شمار ان معاصر شعرا میں کیا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنی تخلیقی ریاضت، ادبی وابستگی، تہذیبی شعور اور اردو زبان سے محبت کے ذریعے اپنی ایک منفرد شناخت قائم کی ہے۔ ان کا فن اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ جو شاعر اپنی روایت سے جڑا رہتا ہے، وہی اپنے عہد سے مؤثر مکالمہ کر سکتا ہے۔ یہی وصف تابش ردولوی کی شاعری کو معاصر اردو ادب میں قابلِ توجہ، قابلِ مطالعہ اور قابلِ قدر بناتا ہے۔

Published By: Ulama Foundation Nepal, Bhairahwa, Rupandehi Lumbini Pradesh Nepal, Reg: 372860
Email:- weeklynepalurdutimes@gmail.com, Web site: www.nepalurdutimes.com, Contact:- +91 8795979383, +977 9817619786, +9779821442810